کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:12 Issue:12 December 2019

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	اے کاش! کہ ہوجاتی قرآن سے شناسائی	مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی	۵
درسِ حدیث	میری امت کا فتنہ مال ہے	مفتی شعیب اللہ خان صاحب مدظلہ	۷
پیش گفتار	ردِ فتن وفِرق کے سلسلے میں چند غور طلب پہلو!	مدیر	۹
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۳
گوشۂ سیرت	اے اللہ! قریش کے ان لوگوں سے تو ہی نمٹ لے	مولانا الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی	۱۶
"	انقلابی سیرت سے ہم کیوں محروم ہیں؟	مولانا سید احمد ومیض ندوی مدظلہٗ	۱۸
اصلاحی مضامین	مسلمان عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کیسے کریں؟	مفتی عبد الحمید قاسمی کریم نگری	۲۲
"	سیلفی اور تصویر کشی ایک فعل حرام ہے۔۔۔	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۲۵
"	مغربی یلغار اور نسلِ نو کی تباہی	مولانا احمد عبید اللہ یاسر قاسمی	۲۸
"	علماء کی ذمہ داریاں	مولانا غیاث الدین دھام پوری	۳۰
معارفِ اسلاف	باغ دین کا معطر گلشن	مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ	۳۴
افاداتِ اکابر	احسن المجالس	مولانا عبد القیوم شاکر قاسمی	۳۹
ذکر اسلاف	حضرت شیخ الہند	محترم ابن غوری	۴۱
فکر عقبیٰ	کیا ایک صور پوری کائنات کو ختم کردے گا؟	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۴۳
فقہ وفتاویٰ	آپ کے شرعی مسائل	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۴۸

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن

اے کاش! کہ ہوجاتی قرآن سے شناسائی

مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (سورۃ الفرقان:۳۰)

ترجمہ: اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہیں گے، اے رب! میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی تھی۔

تشریح: قرآن ایک انقلابی کتاب ہے جو اس امت کی ھدایت و رہنمائی کے لئے نازل کی گئی ہے، اس کے نزول کا مقصد ہلاک شدہ قوموں کی داستان سنا کر گمراہوں کو متنبہ کرنا، احکامات بیان فرما کر انسانوں کو جینے کا سلیقہ وقرینہ بتلانا، اللہ کی عظمتوں، قدرتوں کو واضح کر کے بے دینوں کی ذھن سازی کرنا، مواعظ ونصائح کی ہلکی پھنوار سے کفر کی زمین کو نرم کرنا، اہلِ ایمان کے ایمان کو مضبوط کرنا، امن وشانتی کے گُر سکھلا کر اخوت و ہمدردی کے ماحول کو سازگار بنانا ہے۔ الغرض مقصدِ زندگی کی رہنمائی سے لے کر معاملات، معاشرت، اخلاق ودیانات، ہمدردی وغم خواری کا اصولی بیان اس قرآن میں موجود ہے، جو شعبہ ہائے زندگی کے ہر گوشہ کی تشنگی کو دور کرنیوالی اور ہر قسم کی آس کو یاس سے تبدیل کرنیوالی کتاب ہے، اسی جامعیت، اکملیت وانفعیت ہی کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اس امت کو حکم دیا کہ نزول قرآن کی اس نعمت عظمیٰ پر مسلمانوں کو خوشی منانا چاہیے کیونکہ یہ دنیوی مال ودولت جمع کرنے سے کہیں بہتر ہے۔

قرآن کا اتنی بڑی نعمت ہونے کے باوجود قرآن کے ساتھ ہماری بے اعتنائی وبے توجہی جس قدر ہے اسی قدر ذلت ونکبت ہماری مقدر بنتی جارہی ہے، حالانکہ قرآنی تعلیمات پر عمل تو انسان کو ترقی کی بام ثریا پر پہنچا دیتا ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں۔

یہ بات ہم کو ذہن نشیں کرلینا چاہیے ہماری سربلندی وسرخروئی کمال ایمان پر موقوف ہے اور کمال ایمان عمل بالقرآن سے ہی حاصل ہوسکتا ہے، کاش کہ ہم اس حقیقت سے آشنا ہوتے...کاش کہ ہم کو اس حقیقت کا بھی یقین ہوجاتا کہ قیامت کے دن رسول عربی ﷺ بارگاہ ایزدی میں یوں شکوہ کریں گے کہ ائے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑے رکھا تھا اگر چہ اس جگہ قوم سے مراد آیت کے سیاق وسباق کے لحاظ سے کافر قوم ہی ہے لیکن یہ مقام بھی مقام خوف ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے قرآن کو پس پشت ڈال دیں اور کہیں ایسا نہو کہ لفظ قوم کے ہم بھی مصداق بن جائیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ القرآن حجة لک و علیک کہ جہاں یہ قرآن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا وہیں نہ پڑھنے والوں اور نہ عمل کرنے والوں کے خلاف حجت بن کر کھڑا ہوجائے گا۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کی خلوتوں میں اس بیمار امت کی زبوں حالی، ذلت ورسوائی پر غور وفکر کر کے عظمت رفتہ کی بحالی کی جو دوا تجویز کی تھی اگر ہم اس پر عمل کرلیں تو یقیناً وہی شان وشوکت اور غلبہ ہمیں حاصل ہوجائے گا: حضرت نے ارشاد فرمایا پورے عالم کے مسلمانوں کی دینی ودنیوی تباہ کاریوں کے دو سبب ہیں ایک ان کا قرآن چھوڑنا، دوسرا ان کے آپسی اختلافات وخانہ جنگیاں اسی لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی مابقیہ زندگی کو قرآن کریم لفظاً ومعناً عام کرنے اور مسلمانوں کے آپسی اختلافات کو ختم کرنے میں صرف کروں گا۔

اگر آج حاملین قرآن پوری دیانت داری، خلوص وللّٰہیت، احساس ذمہ داری کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کی اس دور بینی اور بے مثال تجویز کو روبہ عمل نہ لائیں تو قرآن سے دوری کا یہ مرض نہ صرف مرض کہن بنے گا بلکہ اسلامی تشخص کے لئے جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے تاریخ کے سینہ میں ایسی مثالیں موجود ہیں جو کسی ذی علم سے مخفی نہیں۔اللھم احفظنا منه

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم سے خصوصی تعلق قائم رکھنے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

میری اُمت کا فتنہ مال ہے

حضرت مفتی شعیب اللہ خان صاحب مدظلہ *

عَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت کعب بن عیاضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہے اور میری امت کا خاص فتنہ مال ہے۔

تشریح: بعض علماء نے فتنہ کی تفسیر آزمائش وامتحان سے کی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (کہ تمہارے اموال واولاد آزمائش ہیں) اور بعض نے فرمایا کہ فتنہ سے مراد معصیت وگناہ ہے یعنی مال کے ذریعہ گناہوں اور معصیتوں میں ابتلاء ہوتا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر امت کو کسی نہ کسی طرح کا فتنہ (یعنی آزمائش) پیش آیا ہے اور میری امت کے لئے مال کو آزمائش وامتحان کا ذریعہ بنایا گیا۔ لہذا اگر وہ مال کو اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کا شکر کرتی اور اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتی ہے تو کامیاب ہوگی اور اگر محض اپنی محنت وقابلیت کا نتیجہ سمجھ کر من مانی کرے گی اور حرام وحلال کی تمیز کے بغیر بٹورے گی اور اس کے خرچ کرنے میں شریعت کے احکام سے غفلت برتے گی تو ناکام ہوگی۔ یہ ہے آزمائش ہونے کا مطلب؛ اور اگر فتنہ کے دوسرے معنیٰ مراد لیں تو معنی یہ ہوں گے کہ ہر امت کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوئی ہے اور میری امت کا گناہ میں ابتلاء مال کی وجہ سے ہوگا کہ وہ مال کی محبت میں گرفتار ہوکر اچھے بُرے کی تمیز کھودے گی اور حرام وحلال ہر چیز اختیار کرے گی اور گمراہ ہوگی۔

مالی فتنہ کی شکلیں

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال کا فتنہ مختلف شکلوں میں پیش آتا ہے۔

۱۔ مال کے حاصل کرنے میں حرام وحلال کی تمیز نہ کرنا۔

۲۔ مال کے حاصل کرنے میں حد سے تجاوز کرنا، جس سے دیگر احکاماتِ شرعیہ میں فتور واقع ہو، مثلاً اس طرح مشغول ہو گیا کہ نمازوں کی خبر نہ رہی۔

۳۔ مال کی محبت میں مبتلاء ہونا

۴۔ مال کے خرچ کرنے میں اچھے اور بُرے مصرف کا خیال نہ کرنا۔

۵۔حرام کاموں کے لئے مال کو خرچ کرنا۔

۶۔فضول طور پر مال کو اُڑانا۔

۷۔ مال کے صحیح جگہ خرچ کرنے میں بخل کرنا۔

۸۔ مال سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہ کرنا مثلاً زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، ماں باپ، بیوی بچوں اور دیگر رشتہ داروں کے حقوقِ مالیہ ادا کرنے میں کوتاہی کرنا اور مساکین وغرباء وغیرہ کو دینے میں پہلوتہی کرنا وغیرہ۔ان شکلوں میں سے کچھ لوگ کسی میں مبتلا ہیں تو دوسرے کسی اور میں مبتلا ہیں، اس طرح یہ مالی فتنہ امت کو اپنے نرغہ میں لے چکا ہے۔الا ماشاءاللہ

جواہر حکمت

وساوس جو آتے ہوں اس کا ہو غم کیوں
عبث اپنے جی کو جلانا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے
وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

پیش گفتار

ردِّ فِتن و فِرق کے سلسلے میں چند غور طلب پہلو!

از: مدیر

اسلام کے ابتدائی دور ہی سے فتنوں اور فرقوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:
"بدعتیں اسلام میں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی رہیں، مثلاً خلفاء راشدین کے آخری زمانے میں روافض وخوارج پیدا ہوئے تھے، صحابہؓ کے آخری دور میں مرجئہ اور قدریہ وجود میں آئے تھے، اور تابعین کے آخر دور میں جہمیہ اور معطّلہ کا وجود ہوا" بلکہ کہنا چاہئے کہ خود نبی کریم ﷺ کے آخری زمانہ میں مدعیانِ نبوت وجود میں آگئے تھے اور فِرق کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

فرقِ باطلہ کے وجود اور ان کے مقابلے کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے، شروع ہی سے چلا آرہا ہے جو لوگ دین کی سلامتی اور عقیدہ وایمان کے تحفظ کو ایک نہایت اہم مسئلہ سمجھتے ہیں وہ ہمیشہ صحابہ کرامؓ اور سلفِ صالحین کی تحقیق وتعلیم کو اختیار کرکے یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ عملی واخلاقی زندگی کو درست کرنے میں مصروف رہتے ہیں، شبہات میں انہی سے رجوع کرتے اور اعتماد سے کام لیتے ہیں، ان کے برخلاف جو لوگ دین کو سمجھ لینے کے مدّعی بنتے ہیں وہ عقیدہ وعمل میں ذہنی پراگندگی اور فکری انتشار کا شکار ہو بیٹھتے ہیں، پھر یہی نہیں کہ اپنی حد تک اُسے اختیار کرلیں بلکہ پوری جرأت وبے باکی کے ساتھ اسی کو حق اور منشاءِ الٰہی بتلا کر دوسروں کو بھی اس کی دعوت دینا شروع کردیتے ہیں، یوں وہ لوگ اور ان کے نظریات محافظینِ دینِ متین کے سر کا درد بن جاتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہے کہ جب بھی کوئی فتنہ وجود میں آیا اس وقت کے اہلُ الحق نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس وقت تک مقابلہ کرتے رہے جب تک کہ ان کا قلع قمع اور اُمت کے مامون ہوجانے کا اطمینان نہ کرلیا۔ آج بھی جب کوئی فتنہ

وجود میں آتا ہے تو علماء اسلام چوکنّا ہوجاتے ہیں اور چوں کہ اُن کے سامنے اصولی طور پر اہل السنۃ والجماعۃ کی پہچان موجود ہے تو ان نئے مزعومات کو اس پر پَرکھ کر گم راہ کی گم راہی طئے کر دیتے ہیں، اور سب مل کر اُس کے خاتمے کی ہر ممکن کوشش شروع کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فتنے وسائل کی بہتات اور خفیہ طاقتوں کی بھر پور سر پرستی کے باوجود سماج میں وہ مقام بنا نہیں پاتے جس کی اُنہیں توقع ہوتی ہے، یہ بھی اللہ کا کرم ہے اور دراصل اس کے نظامِ ہدایت کی ایک کڑی ہے۔

نوجوان علماء کرام سے ـــــ جو الحمدللہ بلند حوصلہ و باصلاحیت ہیں ـــــ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک تو آپ فِرقِ باطلہ اور آئے دِن وجود میں آنے والے افکار و نظریات سے نہ گھبرائیں اور نہ ہی مقابلے سے کترائیں، البتہ اس سلسلے میں چند باتوں پر ضرور دھیان رکھیں۔

● فرقِ باطلہ کے خلاف صرف جلسے جلوسوں کو کافی نہ سمجھیں کہ ایک بڑا جلسہ کر لیا گیا اور اس میں خوب دھواں دار تقریریں ہوگئیں، لعن طعن اور ملامت کا فریضہ ادا کر لیا گیا، پھر اس کے بعد قصہ ختم! میں نے بعض اہلِ باطل کے حوالے سے سُنا ہے کہ وہ خود بھی یہ کہنے لگے ہیں عُلماء جلسہ کر رہے ہیں تو کر لینے دو، تھوڑا صبر کر لو، پھر وہ ٹھنڈے پڑ جائیں گے اور ہم اپنی سرگرمی تیز کر دیں گے؛ اور واقعہ یہ ہے کہ اکثر ہمارے ہاں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ میں عوامی شعور بیداری کے لئے جلسہ ہائے عام کی ضرورت کا انکار نہیں کرتا لیکن یہ جلسے

۱ مناسب مقام پر ہوں، لوگوں کے لئے زحمت و مشکلات پیدا کرنے والے مقامات پر نہ ہوں۔

۲ مقررین کا سوچ سمجھ کر انتخاب کیا جائے، جنہیں حالاتِ زمانہ، مخالف کی حیثیت اور دعوت کی حکمت کا اندازہ نہیں ہے محض مجمعے گرمانے کا کام کر سکتے ہیں اُن سے عوامی اور عمومی اجتماع میں استفادہ مناسب نہیں ہے۔ مثلاً بعض مقررین پڑوسی ملک کی نفسیات کو پسند کرتے ہیں جب کہ یہ اُس علاقے کی نفسیات ہیں جو تقسیم سے قبل بھی تھیں اب بھی ہیں لیکن وہیں کے دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے علماء خود اس سے بے زار نظر آتے ہیں، جو بھی ہو ہمارے مُلک میں مسلمان تو مسلمان غیر مُسلم بھی محبت کی زبان سمجھتے ہیں اور نفرت و تحقیر سے ضدّ وعناد کی طرف جاتے ہیں؛ خود نبوی اسلوب بھی توازُن و اعتدال کا بہترین نمونہ ہے۔

بہر حال! ہماری تردیدی مساعی سے مقصود احقاقِ حق، وضاحتِ عقیدہ، اور دعوتِ رجوع ہے، اس سلسلے کے احکام و مسائل بھی بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، دوسرے لوگوں کو احتراز و احتیاط کا پیغام بھی پہونچایا جانا چاہیئے مگر انداز نفرتوں کو بڑھاوا دینے اور عِناد کے پیدا کرنے والا نہ ہو۔

● اہلِ باطل شہرت اور پروپیگنڈے سے بہت بچتے ہیں، کام کو مقصود بنا کر خاموش انداز میں لوگوں کو ہم

خیال اور ہم درد بنانے میں لگے ہوئے ہیں، اُن کے جلسے جلوس ممکن ہے اس لئے نہیں ہو رہے ہوں گے کہ اقلیت میں ہیں، حالاں کہ کم زور نہیں ہیں، اور ہم اس لئے نہیں ڈرتے کہ ہم اکثریت میں ہیں جب کہ مصیبت آئے تو کوئی ساتھ دینے والا تک نہیں ہوتا ـــ الا ماشاء اللہ ـــ کئی کارکنوں کو بہت مشکل سے گذرنا پڑتا ہے۔ اس لئے میدانی محنت، اقدامی دعوت اور عوامی رابطے کی ـــ جلسوں کے مقابلے میں ـــ زیادہ ضرورت ہے، ہر جلسے کے بعد عوامی رابطوں کا کام شروع ہو جانا چاہیئے، تمام اہلِ باطل انتھک اور غیر منقطع کام کر رہے ہیں، ایک ایک داعی نے اپنے کام کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے، ایثار و قربانی سے تک دریغ نہیں ہے، کسی کی ملامت کی پرواہ ہے نہ خاندان سے محرومی کا ڈر! بس کام سے کام ہے، اس کے برخلاف اس زمانے میں علماء کا عوام سے شخصی طور پر رابطہ نہیں ہے، جو اپنے آپ معتقد ہو گئے ہیں انہی کے ہم امام، مولانا و مقتدا نا سب کچھ ہیں، اسی لئے علماء کو عوام سے رابطے کی بہت ضرورت ہے۔ عوام سے رابطہ البتہ بے لوث ہونا چاہئے، نہ اپنے وقار کو مجروح ہونے دیں اور نہ ہی اُن کی دنیا پر نظر جانے دیں، خلوص وللٰہیت، جذبۂ ہدایت اور غم خواریٔ ملت کے علاوہ اور کوئی غرض نہ ہو، ماضی میں جن علماء سے حق تعالیٰ نے کام لیا ہے وہ ایسے ہی مخلص و محنتی بندے تھے۔

● آج علماء میں تشہیر و خود نمائی کا ذوق بھی دن بہ دن بڑھ رہا ہے، وہ اکابر جن کے علم اور فکر و نظر کو مفید و مؤثر پا کر اُن کے معتقدوں نے جدید وسائل کے ذریعے اُنہیں مشہور کر دیا ہے، آپ غور کریں تو خود اُن اکابر کو اس میں ذرا دلچسپی نظر نہیں آتی، اور ہم بے تربیتوں کو روزِ اول ہی سے اخباروں میں چھپنے، ویڈیوز میں دِکھنے کا شوق ہوتا جا رہا ہے، اور اپنی فکروں، چاہتوں اور خرچوں سے ہم منظر عام پر آنے اور سوشیل میڈیا پر چھانے کو بے چین ہیں؛ بعض علماء تو اب ویڈیو گرافروں کو سیاسی لوگوں کی طرح ساتھ ہی لئے پھر رہے ہیں، الامان الحفیظ! کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرتا مگر مجموعی طور پر یہ اندازِ کار مؤثر نہیں ہوتا بلکہ اپنا وزن کھو بیٹھتا ہے، ایسے کاموں سے اپنا حلقۂ ارادت تو وسیع ہو جاتا ہے، مگر اللہ کے چاہنے والے نہیں بڑھتے۔ اہلِ باطل بلکہ دوسرے مذاہب کے خواص بھی شہرت سے بہت دور رہتے ہیں، اکثر بڑی بڑی اور قابل و انقلابی شخصیات منظر عام پر نہیں ہیں مگر اُن کی نگرانی و راہنمائی میں لاکھوں سے متجاوز کارکنان پورے عالم میں فکری انقلاب برپا کر رہے اور بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

● اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز شکلیں بنانا نہیں ہے، شکلوں میں رنگ بھرنا بھی بہت ضروری ہے، اس لئے منصوبوں پر اور ان منصوبوں ہی کی تشہیر پر ہم اکتفاء نہ کریں، بلکہ ہمارے کارکُن ایک ایک بندے سے تعلق قائم کرنے اور انہیں اُن کے مزاج و مرتبے کی روشنی میں حق کی طرف مائل کرنے کی جد و جہد تیز کریں،

یومیہ اپنی ڈائری میں اندراج کریں کہ آج کتنے خواص اور کتنے عوام سے ہمارا رابطہ ہوا اور اُنہیں دینِ حق اور علماءِ حق سے قریب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی! پھر ذمہ دار حضرات اپنا کام بھی بتا کر ان کارکنان کے حوصلے مزید بڑھائیں، مولانا امین صفدر اوکاڑوی ؒ نے کہیں لکھا ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں اُن کے غیر مقلّد استاذ روزانہ طلبہ سے جائزہ لیتے تھے کہ انہوں نے محلّے میں کتنے لوگوں تک سلفیت کی دعوت پہونچائی؟ پھر بعض کی تعریف کرتے اور بعض کو ترغیب وتحریص سے مضبوط کرتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ صحیح طریقۂ کار افکار وعقائد کو متعدی کرنے کا یہی ہوتا ہے، اور تقریریں، لٹریچر معین ومددگار تو ہوسکتے ہیں مؤثر اور کافی نہیں ہوسکتے۔ ابھی چند دن قبل معلوم ہوا کہ ایک چھوٹے سے گاؤں کا نوجوان پونے میں شکیلیت سے متاثر ہوا اور پھر اس کی دعوت کا کام شروع کرکے اپنے خاندان، میکہ اور سسرال سے تقریباً ایک سو افراد کو ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوگیا، ایک پوری جماعت تیار ہونے کے بعد علماء کو بھنک لگی اور انہوں نے ہَل چل شروع کی، خاصی محنت کے بعد پانچ افراد کے رجوع کی اطلاع ہے مگر باقی بہ ضد ہیں، آخر یہ دفاع کب تک کرتے رہیں گے، اقدامی دعوت میں ہم مضبوط کیوں نہیں ہو پا رہے ہیں۔

● ایک غلطی یہ ہو رہی ہے بلکہ بہت پُرانی ہوچکی ہے کہ عوامُ الناس کی ہدایت کا کام ہم نے دعوت وتبلیغ کے ساتھیوں پر رکھ چھوڑا، اور یہ نہیں دیکھا کہ اُن کا میدانِ دعوت اور وسائل دعوت مخصوص ومحدود ہیں، عوام میں اس حد تک تو خوش گوار تبدیلی آتی ہے مگر دین کا تفصیلی تعارف نہیں پہونچتا، اسی وجہ سے دوسرے عناوین سے ایک گونہ بُعد سا ہوگیا ہے، جس کا نتیجہ علماء اور اُن کی مجلسوں میں شرکت کی ضرورت سے اِبا کی صورت میں ظاہر ہورہا ہے، حد یہ ہے کہ جو علماء اس میں لگے ہوئے ہیں، وہ بھی الا ماشاء اللہ مخصوص دعوت سے باہر نہیں نکلتے۔ تو خیر! اُن حضرات نے اگر اتنی ہی ذمہ داری لی اور اسے نباہ رہے ہیں تو ہم اُن سے شکوہ کیا کریں؟ البتہ اُن لوگوں سے کام کی دُھن، استقامت اور ایثار وقُربانی کا سبق سیکھ کر فِرقِ ضالہ اور عقائدِ باطلہ کی تردید اور عقائدِ صحیحہ ودعوتِ کاملہ کی طرف میلان پیدا کرنے کی طرف توجہ دیں، آخر ایک تبلیغی نوجوان سے دوستی کرکے شکیلی اس کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے تو ہمارے کارکنان بھی دوستی بڑھا کے اس کو مزید دین دار اور کامل الاعتقاد بنانے کی سعی کیوں نہیں کرسکتے؟ غرض یہ ہے کہ عوام میں اقدامی محنت کی بہت ضرورت ہے۔

اور بھی چند باتیں قابلِ غور ہیں لیکن اس وقت اس ایک بات پر اکتفاء کرتا ہوں کہ زیادہ توجہ افراد سازی اور اقدامی دعوت پر دیں، دفاع بھی بہت ضروری ہے کریں، اسی کو کافی نہ سمجھیں، برابر عوامی رابطہ اور ابلاغِ حق کا سلسلہ جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیقِ عمل دے۔ آمین والسلام علی النبی الکریم

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

تذکرہ حضرت ام معبد بنت خالد رضی اللہ عنہا

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

ایک ہاتف غیبی کی آواز، حسان بن ثابتؓ کا جواب:

صبح کے وقت مکہ کی بالائی جانب سے کسی نے یہ اشعار پڑھے، لوگوں نے اشعار تو سنے لیکن کہنے والے کو نہ دیکھ سکے:

جزی اللہ رب العرش خیر جزائه رفقين حلا خيمتي أم معبد

اللہ تعالیٰ دونوں رفیقوں کو جزائے خیر عطا کرے جو ام معبدؓ کے خیمے میں فروکش ہوئے

هما نزلا بالبر وارتحلا وأفلح من أمسي رفيق محمد

دونوں خیر وبھلائی سے فروکش ہوئے اور کوچ کر گئے جو سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رفیق بنا وہ کامیاب ہو گیا۔

فيالقصيّ مازوى الله عنكم به من فعال لا يُجازي وسودد

اے قصی خاندان! تم پر سرداری ختم، اللہ نے تم پر وافر مقدار میں اپنا فضل وکرم کیا۔

اليَهن بنى كعب مقام فتاتهم ومقعدها للمؤمنين بمرصد

بنوکعب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کی ایک خاتون کا گھر اہل ایمان کا ٹھکانا بنا

سلُوا اختكم عن شاتها وإنائها فإنكم إن تسألوا الشاة تشهد

تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کے بارے میں تو پوچھو، اگر تم بکری سے سوال کرو تو بکری از خود گواہی دے گی۔

دعاها بشاةٍ حائل فتحلّبت عليه صريحا ضرّة الشاة مزيد

ایسی بکری تھی جو بالکل دبلی اور بے دودھ کے تھی؛ مگر وہی بکری خالص دودھ دینے لگی جس میں روغن اور کف بھرا ہوا تھا۔

---

* رفیق تصنیف دارالدعوۃ والارشاد، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

فعادر ہ رھنا لدیھا لحالب　　　　تدر لبنھا فی مصدر ثم مو دد

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بکری وہیں چھوڑ دی کہ آنے جانے والے اس کے دودھ سے سیر ہوں۔

(دیکھئے: الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، لابن عبدالبر: ۴/ ۱۹۵۹، دارالجیل، بیروت، اسدالغابة، حبیش بن خالد: ۱/ ۴۵۲، دارالفکر، بیروت)

یہ قوم صبح کو اپنے نبی کی تلاش کررہی تھی، ام معبدؓ کے خیمے کو گھیر لیا اور یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس غیبی آواز کے جواب میں یہ اشعار کہے:

لقد خاب قوم زال عنهم نبیهم　　　　وقدس من یسری إلیهم ویغتدی

وہ قوم نقصان میں رہی جس سے ان کے نبی چلے گئے اور وہ قوم مقدس ہے جس کی طرف وہ (نبی) صبح وشام چلتے ہیں۔

ترحل من قوم فزالت عقولهم　　　　وحل علی قوم بنور مجدد

ایک قوم سے انہوں نے کوچ کیا تو ان کی عقلیں جاتی رہیں اور ایک دوسری قوم کے پاس تازہ بہ تازہ نور کے ساتھ اترے۔

وهل یستوی ضلال قوم تسلعوا　　　　عما وهداة یهتدون بمهتد

اور کیا وہ گمراہ قوم جنہوں نے بوجہ نابینائی انکار کیا اور وہ ہدایت پانے والے جو ہدایت یافتہ سے ہدایت پاتے ہیں برابر ہیں؟

نبی یري ما لا یري الناس حوله　　　　ویتلو کتاب الله فی کل مشهد

وہ ایسے نبی ہیں جو اپنے گرد وہ دیکھتے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھتے اور ہر مشہد پر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں

فإن قال فی یوم مقالة غائب　　　　فتصدیقها أفی ضحوة الیوم أو غد

اگر وہ دن میں کوئی بات غائب کی سی کہتے ہیں (یعنی پیشین گوئی) تو اس کی تصدیق اسی روز دن چڑھے یا دوسرے دن ہو جاتی ہے۔

لتهن أبا بکر سعادة جده　　　　بصحبة من یسعد الله یسعد

ابوبکرؓ کو اپنے نصیب کی سعادت جو بوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں حاصل ہوئی مبارک ہو، جس کو اللہ سعادت دیتا ہے وہی سعید ہوتا ہے۔

ویهن بن کعب مکان فتاتهم　　　　ومقعدها للمسلمین بمرصد

اور بنی کعب کو بھی اپنی خاتون کا مرتبہ ہو (مبارک ہو) جن کی نشستگاہ مسلمانوں کی جائے پناہ ہے۔

(الطبقات الکبری، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۱/۲۳۰، دار صادر، بیروت)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کی زیارت کی سعادت حاصل کی تو اس کے دل میں ایمان کی روشنی جگمگانے لگی تھی، جیسے ہی ام معبدؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل کی تو اس کے دل میں ایمان کی روشنی جگمگانے لگی تھی۔

جب قریش کے نوجوانوں نے ام معبدؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ چکے تھے، لیکن اس نے انہیں کچھ نہ بتایا، اسے ان نوجوانوں سے خطرے کی بو آرہی تھی، ان سے مذاق کے انداز میں کہنے لگی:

''تم مجھ سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھ رہے ہو کہ میں نے اس سال سے پہلے کبھی اس کا نام تک نہ سنا تھا'' یہ ام معبدؓ کی طرف سے ایک حکیمانہ جواب تھا۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ام معبد الخزاعیۃ: ۸/۴۷۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

قبول اسلام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات دیکھ کر سیدہ ام معبدؓ اور ان کے خاوند نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

ایک دفعہ ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کا تحفہ بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لینے سے انکار کر دیا، یہ چیز ام معبد رضی اللہ عنہا پر گراں گذری، جو بکری سیدہ ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجی وہ دودھ دینے والی تھی، آپ نے اسے قبول کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ اس بکری کی جنگل میں رہنے والوں کے لئے زیادہ ضرورت ہے، اس نے پھر ایک دوسری بکری بھیجی جو ابھی دودھ نہیں دیتی تھی، آپ نے اسے قبول کرلیا۔ ''فأرسلت إليه بجذعة، فأخذها''

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ام معبد الخزاعیۃ: ۸/۴۷۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ابن سعد کہتے ہیں: ام معبدؓ نے بھی نبی کریم کے پاس ہجرت کی اور اسلام لائیں۔ (الطبقات الکبری، ذکر خروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ۱/۲۳۰، دار صادر، بیروت) بلکہ ابن سعدؓ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ام معبدؓ نے نہ صرف قبول اسلام کیا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دونوں قبلوں کی جہت میں نماز پڑھی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات بھی نقل کیں۔ (حوالۂ سابق: عمیرہ بنت جبیر بن صخر، ۸/۴۰۶)

(بقیہ صفحہ: ۱۷ پر)

گوشۂ سیرت

اے اللہ! قریش کے ان لوگوں سے تو ہی نمٹ لے

از: مولانا الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی*

ہجرت سے پہلے کا زمانہ تھا، نبوت کے ابتدائی ایام تھے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور صحن کعبہ میں سرداران قریش ابوجہل کے ساتھ بیٹھے مجلس لگائے ہوئے تھے، جب ان کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی تو آپس میں کہنے لگے:۔ اچھا موقع ہے، فلاں خاندان میں جانور ذبح ہوا ہے، کوئی جائے اور اس کی اوجھڑی اٹھا کر لائے اور محمد کی پیٹھ پر جب وہ سجدہ میں جائیں رکھ دے۔

یہ سن کر ایک بد بخت اسی وقت اٹھا اور جا کر اوجھڑی لے آیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے مالک حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ پر لا کر رکھ دیا۔

صحن کعبہ میں مجلس لگائے قریش کے رؤساء یہ منظر دیکھ کر ہنسنے لگے۔

دور سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی نظر والد ماجد پر پڑی تو اس سے رہا نہیں گیا، وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور اس اوجھڑی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ سے ہٹا دیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ سے سر اٹھایا تو زبانِ مبارک سے صرف یہ جملہ نکلا:۔

اے اللہ! قریش کے ان لوگوں سے تو ہی نمٹ لے۔

اپنے محبوب سے اس بے ساختہ التجا میں یہ جملہ آپ نے کئی دفعہ دہرایا اور ان سردارانِ قریش میں سے ایک ایک کا نام بھی لیا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی، کچھ ہی مدت کے بعد غزوہ بدر میں اس وقت صحن کعبہ میں موجود یہ شریر و بد بخت سردارانِ قریش عمرو بن ہشام/ عتبہ بن ربیعہ/ شیبہ بن ربیعہ/ ولید بن عتبہ/ امیۃ بن خلف/ عقبہ بن ابی معیط/ عمارہ بن ولید، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدترین دشمن ابوجہل کے ساتھ نہ صرف مارے گئے بلکہ ان کی لاشیں کھلے میدان میں کئی دنوں تک پڑی سڑتی رہیں بعد میں بدر کے میدان میں واقع ایک گندے کنویں میں پھینک دی گئیں، (صحیح بخاری: کتاب الوضو) ان کو دفن بھی نہیں کیا گیا، وہ لاشیں سخت گرمی و دھوپ میں پڑے

* استاذ تفسیر و حدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل

رہنے کی وجہ سے بدبودار ہوگئیں تھیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنویں کے پاس جاکر ان کی سڑی لاشوں کو مخاطب کرکے یوں ارشاد فرمایا:۔ کیا تم لوگوں نے اپنے رب کے وعدہ کو برحق پایا؟!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات سن کر وہاں موجود صحابہ کرام نے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا:۔ سرکار! آپ اس وقت مرُدوں سے مخاطب ہیں، وہ کہاں سنتے ہیں؟

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان جانثاروں سے فرمایا: وہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ وہ جواب نہیں دے پارہے ہیں۔(صحیح بخاری، کتاب الجنائز)

ابی بن خلف چونکہ بہت موٹا تھا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے میں سب سے پیش پیش تھا اس کی لاش کو کھینچتے ہوئے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے، اس لیے وہ ایسے ہی کھلے میدان میں پڑی رہی، بدر کے اس گندے کنویں میں بھی سب کے ساتھ اس کو ڈالا نہ جاسکا۔(صحیح بخاری، کتاب الجزیہ والموادعہ)

(مجالس نبوی ص:۱۶۱، ۱۶۲)

(بقیہ صفحہ:۱۵ سے)

فضائل ومقام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ام معبد رضی اللہ عنہا کے تعلق سے بڑی قدر ومنزلت تھی، وہ انہیں بڑے بلند مقام پر فائز سمجھتے اور خاص طور پر خلفائے راشدین ان کی قدر ومنزلت کو خوب اچھی طرح جانتے، وہ اس بات کو بھی جانتے تھے کہ سیدہ ام معبد رضی اللہ عنہا نے سفر ہجرت کے دوران کتنا عظیم موقف اختیار کیا، ہشام بن حرام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ”سیدہ ام معبدؓ کو سالانہ لباس، یمن کا غلہ اور اس کے اونٹوں کے لئے (قطران) دی جاتی تھی، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ان کے پاس سے گذر ہوا تو سیدہ ام معبدؓ نے کہا: ”میرا لباس اور وہ یمن کا غلہ کہاں ہے جو میرے پاس آیا کرتا تھا“ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے ام معبدؓ! وہ آپ کو ضرور ملے گا اور پھر سب کچھ دے دیا“۔(مجمع الزوائد، حدیث:۱۵۳۳، المعجم الکبیر للطبرانی:۲۴/۳۴۹)

وفات

ام معبد رضی اللہ عنہا کی وفات کے متعلق تاریخ کی کتابوں میں تذکرہ نہیں ملتا۔

گوشۂ سیرت

انقلابی سیرت سے ہم کیوں محروم ہیں؟

مولانا سید احمد ومیض ندوی*

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انقلابی سیرت ہے، تاثیر وانقلاب اس سیرت کی امتیازی خصوصیت ہے، جس نے بھی اس کو گلے سے لگایا اس کی زندگی کی کایا پلٹ گئی، صحابہؓ سیرتِ رسول سے پہلے کچھ نہ تھے، سیرتِ رسول کے بعد سب کچھ ہو گئے، اونٹوں کے چرواہے انسانیت کے قائد ورہنما بن گئے، جہالت وظلمت کے رکھوالے علم وہدایت کی شمعیں جلانے لگے، حیوانیت وبربریت کا مظاہرہ کرنے والے انسانیت کا درس دینے لگے، یہ سب نبی کی انقلابی سیرت کی تاثیر کا نتیجہ تھا، سیرتِ رسول آج کے مسلمانوں کے پاس بھی پوری طرح محفوظ ہے، لیکن ان کی زندگیوں میں کسی طرح کے انقلابی اثرات نظر نہیں آتے، آخر وجہ کیا ہے؟ کیا ــــ نعوذ باللہ ــــ سیرتِ رسول موجودہ دور میں اپنی تاثیر کھو چکی ہے؟ ایسی بات نہیں ہے، سیرتِ رسول کی تاثیر زمان ومکان کے حدود سے ماوراء ہے، چودہ سو سال قبل جس طرح یہ سیرت اثر انگیز اور انقلاب آفریں تھیں اب بھی وہ اسی طرح تاثیر وانقلاب کی صفت سے معمور ہے، اس کے باوجود تاثیر وتبدیلی کے اعتبار سے ہمارے اور اسلاف میں فرق اس لیے ہے کہ صحابہ اور سلفِ صالحین نے سیرتِ رسول کو عملی زندگی میں برتا تھا اور خود کو اسوۂ رسول کے سانچہ میں ڈھالا تھا جب کہ موجودہ دور کے ہم مسلمان صرف سیرت کے سننے اور جاننے پر اکتفاء کرتے ہیں، سیرتِ رسول سے ہمارا تعلق ظاہری اور بیرونی نوعیت کا ہے۔

صحابہ اور سلفِ صالحین وتابعین جذبۂ اتباعِ سنت سے سرشار تھے، سنتوں کا اہتمام اور اتباعِ سنت ان کے رگ وریشہ میں بس گیا تھا، کسی چیز کے تعلق سے نبی کی معمولی سی ناگواری پر وہ متنبہ ہو جایا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اپنے جسم پر کسم کے رنگ کی چادر ڈالے ہوئے تھے، حضور کی نظر پڑی تو آپ نے کسی قدر ناگواری کا اظہار فرمایا، تھوڑی سی ناگواری کیا دیکھی حضرت عبداللہ فوراً گھر تشریف لے گئے، اور سلگتے ہوئے چولہے میں چادر پھینک دی، دوسرے دن جب حضور کے پاس کا چادر کا ذکر آیا تو انہوں نے سارا قصہ سنایا، حضور نے فرمایا گھر کی خواتین کو دیا ہوتا کہ اُن کے پہننے میں کوئی مذائقہ نہیں تھا۔ (ابوداؤد)

ایک انصاری صحابیؓ کے مکان کے پاس سے آپ کا گذر ہوا جو قبہ نما اونچا تھا، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ

مکان کس کا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ فلاں انصاری کا ہے، جب وہ صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے کچھ بے رُخی کا اظہار کیا، صحابی نے جب دوسرے صحابہؓ سے وجہ دریافت کی تو لوگوں نے سارا قصہ سنایا، فوراً گھر تشریف لے گئے، عمارت کو ڈھا کر زمین کے برابر کردیا اور حضور سے ذکر بھی نہیں کیا، اتفاق سے جب دوبارہ آپ کا اس جگہ سے گذر ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ وہ گنبد نما عمارت کیا ہوئی؟ لوگوں نے صورتِ حال بتادی، آپ نے فرمایا ضرورت کی تعمیر کے علاوہ ہر تعمیر آدمی کے لیے وبال ہے۔ (حوالۂ سابق)

حضرت حذیفہؓ ایک عجمی بادشاہ کے دسترخوان پر کھانا تناول فرمارہے ہیں، اچانک ہاتھ سے لقمہ گر پڑا تو گرے ہوئے لقمہ کو صاف کر کے کھانے لگے، شاہی خدام کہتے ہیں کہ آپ کی یہ حرکت آدابِ شاہی کے خلاف ہے، لوگ ایسے شخص کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، حضرت حذیفہ برہم ہو کر کہنے لگے: أأترك سنة حبيبي لهؤلاء الحمقاء کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں؟

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اتباعِ سنت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے، حتی کہ عادی امور میں بھی اس کا پورا لحاظ کرتے تھے، جب بھی حج کے لیے تشریف لے جاتے، بلا کسی ظاہری سبب کے جگہ جگہ رکتے، اٹھتے بیٹھتے تھے، کسی کے دریافت کرنے پر بتایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر حج میں جس جگہ جو کچھ جس طرح کرتے دیکھا ہے چاہتا ہوں کہ اس سنت پر جوں کا توں عمل کروں۔

حضرت خریم فاتکؓ خوبصورت نازک مزاج تھے، لباس اور وضع قطع میں اہتمام کرتے تھے، اسلام سے پہلی پاجامہ نیچا پہنتے تھے، اور لامبے لامبے گیسو رکھتے تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے غیاب میں فرمایا: خریم کیا ہی اچھے آدمی ہیں اگر وہ لامبے بال نہ رکھیں اور پاجامہ نیچا نہ پہنیں، آپ کے اس ارشاد کی انہیں اطلاع ہوئی فوراً حجام کی دکان پر پہونچے اور سارے بال کٹوا ڈالے، لوگوں نے دیکھا کہ ان کے سارے بال صاف ہو گئے اور پاجامہ آدھی پنڈلی تک پہونچ گیا ہے۔ (ابوداؤد)

یہ تو حضراتِ صحابہؓ کے نمونے تھے، اتباعِ سنت اور سیرتِ رسول پر عمل آوری کا اہتمام بعد کے ادوار میں بھی رہا، اولیاء اللہ بھی سنتوں کی شدید اتباع کرتے تھے، حضرت شبلیؒ مشہور بزرگ اور سرخیلِ اولیاء ہیں، آخری وقت ہے، بیہوشی کے عالم میں مریدین سے وضو کرانے پر اصرار کر رہے ہیں، مریدین کے ہزار انکار کے باوجود اصرار کرتے رہے، چنانچہ وضو کرایا گیا، وضو سے فراغت کے بعد پھر دوبارہ وضو پر اصرار کرنے لگے، مریدین نے کہا حضرت ابھی تو آپ کو وضو کرایا گیا ہے، فرمایا وضو کراؤ، کیوں کہ وضو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت انگلیوں کے خلال کی بھی ہے، تم نے مجھے خلال نہیں کرایا، کہا میں دنیا سے اس حال میں جاؤں اور قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا

اس طرح کروں کہ آپ کی ایک سنت کو چھوڑنے کا الزام ہو یہ کبھی نہیں ہوسکتا، جب دوبارہ انگلیوں کے خلال کی سنت کے ساتھ وضو کرایا گیا تو وضو کی تکمیل کے ساتھ ان کی روح پرواز کرگئی۔

علامہ اقبالؒ نے حضرت یزید بسطامیؒ کا واقعہ لکھا ہے، انہوں نے زندگی بھر خربوزہ کھانے سے محض اس بناء پر اجتناب کیا تھا کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پھل کس طرح کھایا تھا۔

(ذکرِ مصطفی مضمون پروفیسر خلیق احمد نظامی)

ماضی قریب کے علماء واکابر امت میں بھی اتباعِ سنت کا کافی اہتمام تھا، انگریز کے دور میں مولانا قاسم نانوتویؒ کے نام گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا، دوست واحباب کے مشورہ پر مصلحتاً چھپ جاتے ہیں، پھر تین دن کے بعد باہر آجاتے ہیں، لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ حالات ابھی سنبھلے نہیں ہیں، پولیس آپ کی تلاش میں پھر رہی ہے، براہِ کرم آپ ابھی چھپے رہیں، اس پر مولانا نانوتویؒ کہتے ہیں: حالات جو بھی ہوں مگر میں تین دن سے زیادہ چھپا نہیں رہتا، ہمارے آقا (سلام ہواُن پر درود ہواُن پر) ہجرت کے موقع پر دشمنوں کے تعاقب سے غورِ ثور میں تین ہی دن چھپے رہے تھے، اس سے زیادہ چھپ کر میں سنت کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔

مولانا بدر عالم مہاجر مدنی صاحب ترجمان السنۃ کے سامنے مدینہ منورہ میں کسی نے انگریزی میں ٹیلی فون نمبر بتائے، حضرت کو بہت ناگوار گذرا اور فرمایا کہ اللہ کے نبی کے گھر میں اللہ کے دشمن کی زبان۔

(مقدمہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدید)

تذکرۃ الرشید میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے تعلق سے لکھا ہے کہ غالباً عصر کی نماز میں ایک دن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مخلوق کے اژدحام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث باوجود عجلت کے جس وقت آپ جماعت میں شریک ہوئے قرأت شروع ہوگئی تھی، سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ اداس اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرمارہے تھے کہ افسوس ۲۲ ر برس کے بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی۔ (ایضاً)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ہم اتباعِ سنت کا بہت ذکر کرتے ہیں مگر اس کا کچھ حصہ ہمارے اعمال میں ہے بھی کہ نہیں، چنانچہ میں تین دن تک صبح سے رات تک اپنے تمام اعمال کا بغور جائزہ لیتا رہا، دیکھنا یہ تھا کہ کتنی اتباعِ سنت ہم لوگ عادتاً کرتے ہیں، کتنی اتباع کی توفیق علم حاصل کرنے کے بعد ہوئی اور کتنی باتوں میں اب تک محرومی ہے، تین دن تک تمام امورِ زندگی اور معمولاتِ روز وشب کا جائزہ لینے کے بعد اطمینان ہوگیا کہ الحمدللہ معمولات میں کوئی عمل خلافِ سنت نہیں ہے۔ (حوالہ سابق)

دور جانے کی ضرورت نہیں شہر حیدرآباد کے ایک بزرگ حضرت مسکین شاہ صاحب کا حال ملاحظہ کیجئے،

بڑھاپے کی عمر میں ایک بوڑھی خاتون حضرت سے بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوکر اپنا ہاتھ آگے بڑھاتی ہے، حضرت اپنا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، اس لیے کہ عورتوں کو بیعت کرنے میں حضور کی سنت یہ ملتی ہے کہ آپ کپڑے کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لیتے دوسرا عورتوں کے ہاتھ میں دیتے، حضرت مسکین شاہ بھی ایسا ہی کرنا چاہتے تھے، بوڑھی خاتون کہتی ہے حضرت! میں بھی بوڑھی آپ بھی بوڑھے پھر ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے میں کیا حرج ہے؟ حضرت نے اتباعِ سنت اور اتباعِ شریعت سے بھر پور لہجہ میں فرمایا: یہ صحیح ہے کہ میں بھی بوڑھا ہوں تم بھی بوڑھی ہو، مگر خدا کی شریعت اور اس کے رسول کی سنت تو جوان ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مرتبۂ ولایت سے کون ناواقف ہے؟ شدت سے سنتوں کا اہتمام فرماتے اور اپنے مریدین کو بھی تاکید کرتے، اپنے مرید کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: فضیلت تمام پر سنتِ سنیّہ کی پیروی سے وابستہ ہے اور امتیاز اور اعزاز شریعت پر عمل کرنے سے مربوط ہے، مثلاً دو پہر کا سونا جو اتباعِ سنت کی نیت سے ہو کروڑوں شب بیدار رہنے سے افضل اور زکوٰۃ کا ایک پیسہ ادا کرنا سونے کے پہاڑ خرچ کردینے جو اپنی طرف سے ہو افضل ہے۔ (مکتوبات امامِ ربانی)

● طاؤس الفقراء شیخ ابونصر سراج لکھتے ہیں: اب ہر مخلوق پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اخلاق اور افعال اوامر ونواہی غرض ہر شئ میں واجب ہے۔ ● حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ کا آغاز ہی اتبعوا و لا تبتدعوا سے کیا، نبی کا اتباع کرو اور نئی بات نہ نکالو، ایک مقام پر نبی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں: الذي من اتبع ما جاء به اهتدى و من صرف عنه ضل و ارتدى کہ جس شخص نے ان کے لائے ہوئے دین کی پیروی کی وہ اپنی منزل مقصود کو پہونچ گیا، اور جس نے راہ سے کجی اختیار کی وہ گمراہ اور ہلاک ہوگیا۔ ● حضرت جنید بغدادی فرماتے تھے کہ بجز پیروی رسول خدا کے اب ساری راہیں بند ہو چکی ہیں۔

(بمضمون مولانا عبدالماجد دریابادی شائع شدہ رسالہ ارشاد حیدرآباد)

حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ فرماتے تھے کہ اگر کسی کی روحانی حیثیت کا اندازہ لگانا ہو تو صرف یہ دیکھو کہ وہ سنتِ رسول کے اتباع میں کتنا راسخ ہے، جو جتنا راسخ ہوگا اتنا ہی اس کا روحانی درجہ بلند ہوگا۔

قرونِ مشہود لہا بالخیر کے لوگوں کی زندگیوں کا جائزہ لیجئے، ہر ایک کے یہاں اتباع سنت کا اہتمام ملے گا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی زندگی انقلاب سے آشنا ہوئی، آج کا مسلمان سیرت کی اثر انگیزی سے اس لیے محروم ہے کہ اس میں اتباعِ رسول اور اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں ہے، صحابہؓ سے لے کر تابعین سلفِ صالحین اور اولیاءِ امت نے سیرت کو عملی زندگی میں اپنانے پر زور دیا ہے، تو پھر کیا ہم اسوۂ رسول کو اپنا کر اپنی زندگیوں کو انقلاب سے آشنا کریں گے۔

اصلاحی مضامین

مسلمان عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کیسے کریں؟

از: مفتی محمد عبدالحمید قاسمی کریم نگر*

اسلام ایک ابدی حقیقت ہے اور باطل کی اس کے ساتھ آویزش بھی رسم قدیم ہے اور تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جو ملت جتنی کامل ومکمل ہوتی ہے اس کو اسی قدر باطل کے ساتھ نبرد آزما ہونا پڑتا ہے، آخری امت جسے سید المرسلین، خاتم النبیین، پیکر صدق وصفا، منبع جود وسخا، حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف انتساب حاصل ہے، سنت قدیمہ کے مطابق روزِ اول سے باطل کے ساتھ پنجہ آزما رہی ہے اور ہمیشہ اس کو داخلی اور خارجی فتنوں سے نمٹنا پڑا ہے۔ اُنہی میں سے ایک فتنہ" قادیانیت کا فتنہ" ہے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا فتنہ، چودھویں صدی کا عظیم فتنہ ہے جسے انگریز نے اپنے ناپاک اغراض ومقاصد کی خاطر جنم دیا، علماء کرام نے مرزا کی زندگی سے ہی اس کا تعاقب شروع کردیا تھا جو اب تک جاری ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ بحیثیت مسلمان ہر ایک پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہر طریقہ سے اس فتنہ کا تعاقب کرے، اور اس فتنہ کے تعاقب، سد باب اور سرکوبی کے لئے ہر ممکنہ کوشش کرے۔ کیوں کہ قادیانی اپنے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں، جھوٹی نبوت کی تشہیر پورے زور وشور کے ساتھ جاری ہے اور مسلم نوجوانوں کو مختلف ہتھکنڈوں سے قادیانی بنایا جارہا ہے، دوسری طرف امت مسلمہ کی ایک بڑی تعداد قادیانیوں کی ناپاک سازشوں سے بالکل ناواقف ہے، جس سے قادیانی پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنی ارتدادی مہم کو بہت تیزی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حالات کی ان سنگینیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، قادیانیت کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے کچھ تجاویز پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(1) سب سے پہلے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور عوام الناس کے درمیان اتحاد کی فضا کو عام کیا جائے کیونکہ کہ اس فتنہ کو کچلنے کے لئے اتحاد کا بہت بڑا دخل ہے۔(2) قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے والے نومسلموں کا تحفظ ضروری ہے تاکہ نومسلم حضرات دوبارہ ان کے دامِ فریب کا شکار ہوکر قادیانیت قبول نہ کر بیٹھیں۔(3) اخبارات ورسائل کے ذریعہ مختلف زبانوں میں ختم نبوت کے لٹریچر کو عام کیا جائے جس میں خاص

* استاذ مدرسہ فیض العلم، کریم نگر

طور پر ختم نبوت، ردقادیانیت، اور حیات عیسیٰ جیسے عظیم موضوعات پر روشنی ڈالی جائے، خود صاحب قلم ہیں تو اس عنوان پر مضامین لکھیں یا اوروں سے لکھائیں۔(4) قادیانی مصنوعات اور پروڈکٹس کا مکمل بائیکاٹ کریں تاکہ ان کی معیشت کمزور پڑ جائے۔(5) مسلمانوں میں شعور بیدار کرنے کی غرض سے کانفرنس اور جلسے جُلوس منعقد کئے جائیں اور خصوصاً وقفہ وقفہ سے جمعہ کے موقع پر ائمہ وخطباء حضرات اسی عنوان کو جمعہ کا موضوع بنائیں۔(6) آج بھی مسلمانوں اور قادیانیوں کی بیٹیاں آپس میں ایک دوسرے کے یہاں ازدواجی زندگی میں منسلک ہیں (اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے) ایسی صورتحال میں خُدَّامِ ختم نبوت کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ ایسے مسلمانوں سے فوراً رابطہ قائم کریں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں بتلائیں کہ قادیانی کافر ہیں اور سمجھائیں کہ ان کے ساتھ مسلمانوں کا نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا۔(7) اگر کسی علاقے میں قادیانی اور مسلمان رہتے ہوں تو مسلمانوں کو قادیانیوں کی شادی اور تقریبات میں شامل نہ ہونے دیں، کیوں کہ مسلمان ان کے کلچر، رہن سہن اور طور طریقوں سے متأثر ہوکر ان کے شکار نہ بن جائیں۔(8) ردقادیانیت کورس رکھ کر طلبہ، وکلاء، ڈاکٹر سرکاری وغیر سرکاری ملازمین غرض کہ زندگی کہ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے ہر مسلمان کو "عقیدہ ختم نبوت" کی بنیادی اور اہم باتوں سے واقف کرا کر اس کو نمائندہ وذمہ دار بنایا جائے تاکہ وہ پوری بستی اور سارے محلہ کو قادیانیت کے فتنہ سے محفوظ رکھ سکے۔(9) "ختم نبوت" "ردقادیانیت" اور حیاتِ عیسیٰ کے موضوعات پر سالانہ ایک عظیم الشان انعامی تحریری اور اگر ممکن ہو تو تقریری مقابلہ کا انعقاد کیا جائے۔(10) اخبارات میں "مراسلات" کا جو کالم ہوتا ہے جس میں ایڈیٹر کے نام خط لکھا جاتا ہے جس کے ذریعہ عوام اپنے مذہبی، سماجی، سیاسی، اور اقتصادی مسائل پر آواز اٹھاتی ہے اور ایک آدمی کی آواز پورے ملک میں نہ صرف خواص وعوام بلکہ ایوانِ حکومت تک پہنچتی ہے لہذا "مراسلات" کے کالم میں "ختم نبوت" کے عنوان پر خوب لکھا جائے ان شاءاللہ اس کا غیر محسوس طریقہ پر فائدہ ہوگا۔

(11) مسلم مینیجمنٹ والے عصری اسکولس، کالجس،، یونیورسٹیوں، دینی مدارس اور ان کے دفاتر میں نیز دوکانوں، فیکٹریوں اور رفاہی تنظیموں کے دفاتر میں "اَنَا خَاتَمُ النَبِیّیِنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" والی حدیث کے چارٹ دیواروں اور اہم جگہوں پر آویزاں کئے جائیں، تاکہ بار بار اس پر نظر پڑنے کی وجہ سے "عقیدہ ختم نبوت" ہر ایک کے دل تازہ ہوتا رہے۔

(12) قصبات، گاؤں، دیہات میں رہنے والوں پر خُدَّامِ ختم نبوت خاص نظر رکھیں اگر ممکن ہو تو اپنی تنظیم کے تحت مالی امداد اور ضروری سامان ان تک پہونچائیں، نیز معاشی اعتبار سے ان کو مضبوط کرنے کی کوشش کریں تاکہ قادیانی قرض اور مالی امداد کے بہانے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے جال میں نہ پھنسالے۔

(13) راقم نے بعض علاقوں کی کارکردگی سنی ہے جس میں دیہاتوں میں قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے بحیثیت معلم مسلم بچوں کو قرآن مجید کی غلط تشریحات بتلاکر مرزا قادیانی کی نبوت کو سچا ثابت کرکے مسلمان بچوں کے دل و دماغ میں قادیانی عقائد ونظریات کو راسخ کررہے ہیں، بچے چُوں کہ استاذ کی عزت کرتے ہیں تو اہل حق کی مخالفت کے باوجود یہ بچے ان کے لئے بہت بڑا سہارا بن جاتے ہیں لہٰذا خدام ختم نبوت ایسے معلمین پر خصوصی نظر رکھیں۔

(14) دیہات اور گاؤں کے غریب طبقہ کے لوگ حصول علم، محنت ومزدوری، ملازمت وغیرہ کے سلسلہ میں شہر کا رُخ کرتے ہیں تو مالدار قادیانی اپنی ذاتی رہائشی عمارت میں مفت یا کم کرایہ پر کمروں کا انتظام کرتے ہیں، تاکہ ان کو قریب کرکے قادیانیت کے عقائد ونظریات سمجھا سکیں۔

اس سلسلے میں خدام ختم نبوت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گاؤں کے سروے فارم میں نام، پتہ، پیشہ، علمی قابلیت کے ساتھ دیہات کے لوگوں کے شہر کے رہائشی مقام کا خانہ بھی محفوظ کریں۔

(15) دینی مدارس میں ہفتہ واری انجمنوں میں یا کم از کم ماہانہ اجتماعی انجمنوں میں ختم نبوت کے عنوان سے طلباء کو تقاریر پیش کرنے کا پابند بنایا جائے تاکہ مثبت انداز میں ختم نبوت کے پیغام کو عام کیا جاسکے۔

یہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے چند تجاویز ہیں جن سے ہر ایک کا متفق ہونا ضروری نہیں، بہرحال مذکورہ تجاویز پر عمل پیرا ہوکر فتنہ قادیانیت کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے ان شاء اللہ۔

حَرفِ آخر:-

قرآن وحدیث کے دلائل اور بِلا تفریقِ مسالک تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قادیانی کافر ہے، نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور آخری نبی ہیں، نبوت کے دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر بند فرمادیا، اب اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں ہوگا اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت ''دینِ اسلام'' آخری ہدایت ہے اور اسی پر انسانیت کی کامیابی کا مدار ہے۔ بہرکیف! اہل علم پر واجب ہے کہ وہ قادیانیت کا تعاقب کرکے اس کی بیخ کنی کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھیں اور عوام الناس کو ان کی ارتدادی سرگرمیوں سے بچانے کی پوری کوشش کریں۔اہل ثروت اور مالدار حضرات عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کی خاطر ختم نبوت کے تحت چلنے والی سرگرمیوں کو مالی امداد کے ذریعہ مضبوط ومستحکم کریں۔

دعا ہے کے اللہ تعالیٰ فتنۂ قادیانیت سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔آمین یارب العالمین

اصلاحی مضامین

سیلفی اور تصویر کشی ایک فعل حرام ہے

جسے بہت ارزاں سمجھ لیا گیا

از: مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی

ہر مسلمان پر تقوی کی زندگی گزارنا صرف ضروری ہی نہیں بلکہ فرض عین ہے، بلا امتیاز رنگ ونسل عند اللہ قبولیت کا دارومدار بھی اسی پر ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اور تقویٰ نام ہے دو چیزوں کے مجموعے کا ا۔امتثال اوامر، ۲۔اجتناب عن النواہی، تاہم ان میں بھی اہم ومقدم اجتناب عن النواہی (گناہوں سے بچنا) ہے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اتق المحارم تکن اعبدالناس'' (تم حرام سے بچو سب سے بڑے عبادت گذار بن جاؤگے) لیکن مسلمانان عالم نے اسی اہم جزء کو بھلا کر، آخرت کی پرواہ کئے بغیر جب حرام کی پرخطر اور خاردار وادی میں قدم رکھا اور تسکین نفس کے خاطر حرام کو ضرورت دین واصلاح دین کا لیبل لگا کر حلال کرنے لگے، تو شیطان نے بھی انہیں ایسے ایسے حرام کاموں کا چسکا لگایا جو غیرت ایمانی اور تقاضۂ اسلامی کے بالکل خلاف ہے، اور آج امت مسلمہ جن حرام کاموں میں سب سے زیادہ مبتلاء ہے ان میں سے ایک تصویر کشی بھی ہے جس کے بدترین شوق نے امت مسلمہ کی روحانیت کو پارہ پارہ کردیا ہے، اور انسان بھی اس کا ایسا عادی ہوگیا کہ اس کے دل سے اس کی حرمت رفتہ رفتہ ختم ہی ہوگئی، انسان اسے اپنی زندگی کا جزء لاینفک سمجھنے لگا، جب کہ اس کی حرمت نصوص قطعیہ، آثار صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، تقریبا چالیس احادیث اس کی حرمت سے متعلق ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا" تصویر بنانے والے کو روز قیامت سخت ترین عذاب دیا جائے گا" (بخاری وابن ماجہ) ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تصویر بنانے والوں کو روز قیامت حکم دیا جائے گا کہ جو بنایا ہے اس میں روح ڈال کے بتاؤ! (بخاری) ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے، (مسلم) ایک حدیث میں ہے کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

ہو(بخاری) نیز اس میں بے شمار مفاسد بھی ہے، چنانچہ جہاں ایک طرف یہ تصاویر بے حیائی، بدفعلی اور جذبات کو برانگیختہ کرتی ہیں تو وہیں نسل نو کے اخلاق اور دین کی تباہی کا ذریعہ بھی ہیں، جہاں ایک طرف یہ بت پرستی اور شرک کا ذریعہ ہیں تو وہیں عورتوں کی عفتوں اور عزتوں کی تباہی کا باعث بھی، اور جہاں اس میں وقت کا ضیاع ہے، تو وہیں ریا کاری کا ذریعہ بھی ہیں اور جہاں یہ تصاویر غم اور گناہ کو ہمیشہ زندہ رکھنے کا سبب ہیں تو وہیں کفار ومشرکین سے مشابہت بھی بدرجہ اتم اس میں موجود ہے۔

سیلفی کا جنون:

جدید دور کی پیداوار اور تصویر کی ایک نئی قسم "سیلفی" ہے، اس کا سب سے پہلے استعمال ۲۰۰۲ میں کیا گیا، اور جس نے ۲۰۱۳ میں عالمی ریکارڈ اپنے نام کیا، جس نے ہر کسی کو عوام تو عوام خواص کو بھی اپنا ایسا دیوانہ و پاگل بنالیا کہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، لڑتے جھگڑتے، مانتے بگڑتے، خاندان کے ساتھ ہو یا دوستوں کی محفل میں، ریسٹورینٹ ہو یا خاندان کے اجتماعات میں، شادی بیاہ کا موقعہ ہو یا کوئی اور محفل ہر جگہ اور ہر کسی پر سیلفی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے، محض اپنے فالوورز کو متاثر کرنے کے خاطر خطرناک، اونچی اونچی پہاڑیوں اور بلند بلند عمارتوں پر سیلفی لینا انسان کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا، اور ایک اچھا خاصا بظاہر سنجیدہ اور متاثر کن دکھائی دینے والا شخص جب آڑے ترچھے زاویوں سے، ٹیڑھے میڑھے منہ بنا کر، ہونٹوں کو منہ چڑانے کے انداز میں سکیڑ کر جب دیوانہ وار سیلفی لینے میں مشغول ہوتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے اس کی شخصیت کو گھن لگ گیا ہے۔ اس کی اصلیت عیاں ہوگئی ہے۔ اسے دیکھنے والوں کے اذہان پر کوئی اچھا تاثر قائم نہیں ہوتا۔

عیادت کرنے اسپتال جائیں تو درد سے کراہتے مریض کے ساتھ سیلفی، آخری سانس، اور پھر جنازہ کے وقت سیلفی، حتیٰ کہ نماز پڑھتا ہے تو سیلفی لیتے ہوئے، زکوۃ دیتا ہے تو سیلفی لیتے ہوئے، خدمت خلق کرتا ہے تو غریبوں کی عزت کو مجروح کرکے سیلفی لیتے ہوئے، عبادات میں سیلفی سے جذبۂ خودنمائی ظاہر ہوتا ہے جسے آپ ﷺ نے شرک فرمایا من صلی یرائی فقد اشرک ومن صام یرائی فقد اشرک، ومن تصدق یرائی فقد اشرک (جس نے ریا کاری سے نماز پڑھی تو اس نے شرک کیا، جس نے ریا کاری سے روزہ رکھا تو اس نے شرک کیا، اور جس نے ریا کاری سے صدقہ وخیرات کیا تو اس شرک کیا) یہ طوفانِ بلا خیز یہیں تک نہیں رُکا بلکہ حرمین شریفین کی پُرنور ماحول میں بھی پہونچ گیا، لوگ صفا ومروہ کی سعی ورمی جمار کے وقت بھی سیلفی کی لَت میں پڑ گئے، وقتِ طواف قبلہ کے بجائے سیلفی کے شوق میں فون کی سکرین کی طرف توجہ

ہے، فیا حسرتا! اب اسے مساجد کا احترام ہے نہ مقامات مقدسہ کا، نہ کعبۃ اللہ کی عظمت کا خیال ہے نہ روضۂ رسول کا ادب، جب کہ حضرت عباس بن ربیعہ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک امت کعبۃ اللہ کی حرمت اسی طرح کرتی رہے گی جیسا کہ اس کا حق ہے، تو وہ خیر و برکت سے بہرہ ور رہے گی، جب اس کی عظمت چھوڑ دیگی تو تباہ و برباد ہو جائے گیا۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی مقام پر مجھ سے ستر ۷۰ غلطیاں سرزد ہو جائیں تو یہ میں گوارہ کر سکتا ہوں، لیکن یہ گوارہ نہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک بھی غلطی سرزد ہو جائے۔ (ابن ماجہ)

الغرض اب انسان کے دن کی ابتداء و انتہاء اسی سے ہے گویا وہ اس کی "شریک حیات" بن چکی ہے، یا دوسرے لفظوں میں سیلفی ایسی آکسیجن بن چکی ہے جس کے بغیر زندہ رہنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو چکا ہے، اب اس کی عبادتوں میں اخلاص نام کی کوئی چیز ہی نہیں رہ گئی، سیلفی کے عفریت نے انسانی رویوں میں بے اعتنائی ولا پرواہی اور بے تعلقی کے ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا، سیلفی کا یہ رجحان جتنا پر لطف ہے اتنا ہی خطرناک بھی، یہی وجہ ہے کہ سیلفی کی وجہ سے روز افزوں نوجوانوں کی شرح اموات میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔

رپورٹ کے مطابق اس کی وجہ سے سب سے پہلی موت امریکہ میں اس وقت ہوئی جب تین نوجوان چلتی ٹرین کے ساتھ تصویر لینے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن چلتی ٹرین کی وجہ سے وہ ٹرین کی زد میں آ گئے اور لقمہ اجل بن گئے، تازہ ترین اطلاع کے مطابق ۱۲۷۶ اموات سیلفی کی وجہ سے ہو چکی ہے۔

ماہرین نفسیات نے سیلفی کو نئی نفسیاتی بیماری قرار دیا، سائنس دانوں کا خیال ہے کہ سیلفی کی عادت درحقیقت انسان کے اندر چھپی بدترین خود پرستی و خود پسندی کی عادت کو ظاہر کرتی ہے، جس سے انسان کی زندگی میں بناوٹ اور مصنوعی پن بڑھتا ہی جاتا ہے، اپنے خدوخال کے حوالے سے وہ منفی رویوں کا شکار ہو جاتا ہے یہی رویے اسے ذہنی دباؤ، تنہائی پسندی کا شکار بنا دیتے ہیں، ماہرین نفسیات کے مطابق اس دماغی خلل کا تا حال کوئی طریقہ علاج طے نہیں ہو سکا۔ ان سب سے بڑھ کر یہ ایک فعل حرام ہے، ایسا شخص خدا و رسول کی لعنت کا مستحق ہے، جس سے بچنا بے حد ضروری ہے، اور والدین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو سیلفیز لینے سے روکے ورنہ بچوں کا اس کی طرف بڑھتا ہوا رجحان بڑے مسائل کا شاخسانہ ہو سکتا ہے۔

اصلاحی مضامین

مغربی یلغار اور نسل نو کی تباہی

کاوش قلم: احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب مسلمانان عالم مرورِ زمانہ کے ساتھ خود شناسی وخود اعتمادی کا جوہر کھو چکے تھے، مرعوبیت اور تنگ نظری ان پر مسلط ہوچکی تھی، ارباب اقتدار اور قائدینِ وقت کی سرد مہری نے اس وقت کے نظام سے لوگوں کو متنفر اور باغی بنا دیا تھا، مفکرین و محققین آپس میں دست وگریباں تھے عین اسی وقت میں اہل مغرب آپسی اختلافات وتنازعات کو بالائے طاق رکھ کر نئی زندگی، نئی قوت، نئے جوش اور نئی امنگوں کے ساتھ اہل اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں اور مسلمان عالم کے اس اضمحلالیت اور زخم خوردگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تجدد پسند زہر آلود ہتھیاروں سے اسلام پر حملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک حد تک کامیاب بھی ہوجاتے ہیں بصد افسوس!

یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں

پھر چاہے مخلوط تعلیم کا نفاذ ہو یا مشنری اسکولوں کا قیام، شراب ومنشیات کی گرم بازاری ہو یا عریانیت و فحاشیت کا فروغ، شہوت انگیز تصویروں کی اشاعت ہو یا ہیجان خیز مناظر سے لبریز فلمیں، جسم فروشی اور زناکاری کی ترویج ہو یا فحش ناولوں اور بے ہودہ فلموں کا التزام، موسیقی اور رقص وسرور کی لت ہو یا دوشیزاؤں کو چراغ خانہ کے بجائے شمع محفل بنانے کی سازش، مغرب پوری طاقت وقوت اور مادیت (Materialism) کے ساتھ آزادی (freedom) کے پُر فریب نعرے اور مساوات (Equality) کا جھانسہ دے کر، ترقی (development) اور انسانی حقوق (Human rights) کی نمائش کر کے پوری ملت اسلامیہ کو ذلت ورسوائی کے قعرِ عمیق میں ڈھکیل دیا۔

اور تہذیبی وثقافتی، دینی وفکری، تعلیمی وتربیتی، عسکری وجنگی یلغار کی زد میں لا کھڑا کر دیا، سر سے پاؤں تک ملت اسلامیہ غلامی کے طوق پہنے جی رہی ہے، مغربی لباس پہن کر، مغربی زبان بول کر اور مغربی طور اور طریقے اِختیار کر کے آج ہمارے سر فخر سے بلند ہوجاتے ہیں، ہمارے چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جب مغربیت کا مذہبی

شعار، ٹائی لگا کر اسکول جاتے ہیں تو اِس لباس کو دیکھ کر ہمارا دِل خوش ہوجاتا ہے بلکہ ہم اب ہر شعبہ زندگی میں مغربیت کے محتاج ہوگئے، ہمارے گھروں میں مغربی طور طریقے ہیں، ہمارے دماغوں میں مغربی اَفکار ہیں، ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں مغرب کا مرتب کیا ہوا نصاب ہے، ہمارے بازاروں میں مغربی مصنوعات (western product's) ہیں اور پوری ملت اسلامیہ مغربی ممالک کے اَربوں اور کھربوں روپے کی قرض دار ہے ہماری معیشت مغرب کے قبضے میں ہے، ہماری تجارتی منڈیاں مغرب کے رحم وکرم پر ہیں الغرض موجودہ دور میں ملت اسلامیہ کے پورے وجود کا کنٹرول ما نیں نا مانیں مغرب کے ہاتھوں میں ہے۔

دور حاضر میں اہل مغرب کی حیران کن ایجادات اور سائنسی ترقی کی وجہ سے غیر مغربی اقوام اس قدر مرعوب ہیں کہ اہل مغرب کی طرف سے آئی ہوئی ہر چیز آسمانی عطیہ سمجھ کر قابل قبول ہوتی ہے بلکہ اپنے زعم وگمان کے مطابق اس کی بے جا تشریح کرکے اس کی پرُ زور حمایت کی جاتی ہے۔مثلاً Equality , freedom development,Human rights یہ سب اہل مغرب کی اختراع ہے۔اور اگر ان زہریلے جراثیم کی کوئی نشاندہی کرے تو اس کے سر تنگ نظری اور تعصب پرستی کا الزام تھوپ دیتے ہیں المیہ یہ ہے کہ یہ نہ صرف عوام بلکہ خواص بھی اس طوفان بلاخیز میں بہہ رہے ہیں نہ صرف دنیا بلکہ آخرت بھی تباہ وبرباد کررہے ہیں، ہائے یہ کیسی بدبختی وحرماں نصیبی ہے کہ ہم جس مقصد کے لئے اس دنیا میں لائے گئے اس کو فراموش کرکے دنی دنیا اور ظاہری چمک دمک اور دنیا کی دل آویزی پر اپنے دین وایمان کا سودا کرنے پر رضامند ہیں۔

چنانچہ آج ضرورت ہے کہ ہم مغربی افکار سے واقفیت حاصل کریں، اس کو پڑھیں، غور وفکر کریں تا کہ ملحدانہ نظریات میں غرق قوم کو ایک آواز دے سکیں، کیوں کہ یہ ایک فکری یلغار ہے دنیا میں لذت پرستی اور ہویٰ و ہوس کے پیروی کی ایک خطرناک تحریک ہے اس فکر کا مقابلہ بھی فکر سے ہوگا ورنہ تو پھر جسم تو اہل اسلام کا ہوگا مگر روح مغربی ہوگی، وطن اسلامی ہوگا مگر اہل وطن کفر کی یورش میں ہوں گے، اور نئی نسل کے صرف نام اسلامی ہوں گے مگر ذہن میں کفر بھرا ہوگا۔لہذا راقم کی اس تحریر کا مقصد اُمت مسلمہ کے ضمیر کو جھنجوڑنا ہے بالخصوص عالمِ اِسلام کے تجدد پسند طبقہ اور مادی ذہنیت رکھنے والے افراد کے لیے یہ تحریر آئینۂ حقیقت نما ہوگی اللہ کرے کہ یہ تحریر اُمتِ مسلمہ کے لیے نومِ غفلت سے بیداری کا سبب بن کر غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے میں معاون و مددگار ثابت ہو تا کہ اُمت مسلمہ اپنے قدموں پر کھڑے ہوسکے اور اِس قابل ہوجائے کہ مغربی روش سے ہٹ کر اسلامی طرزِ زندگی کو اپنالے اور اسلامی شعائر کے زیر نگیں اپنی زندگی گزار سکے اور دینِ محمدی کو تمام دینوں پر پھر سے غلبہ حاصل ہوکر بعثت محمدی کا منشا پورا ہوجائے۔آمین۔

اصلاحی مضامین

علماء کی ذمہ داریاں

از: مولانا غیاث الدین دھام پوری

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو قسم کے آدمی ایسے ہیں کہ جب وہ درست ہوجاتے ہیں تو سب درست ہوجاتے ہیں اور جب وہ بگڑ جاتے ہیں تو سب بگڑ جاتے ہیں" علماء اور امراء" (مشکوۃ شریف) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سارے لوگوں کی اصلاح اور فساد کا مدار ان دونوں طبقات پر ہے اس دور میں علماء کے ایک طبقہ میں بہت بگاڑ آرہا ہے" جس کی وجہ سے ذہنی وفکری ارتداد پھیل رہا ہے۔ علماءِ سوء نے اکبر بادشاہ کو بگاڑنے اور ایک نئے دین کی تشکیل وترویج میں جو شرمناک کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ میں پوری طرح رقم ہے جس طرح اس اکبری طبقہ کے علما سوء نے مالی مفادات اور عزوجاہ کی طلب میں پوری ملت کی گمراہی کو بخوشی قبول کیا اس سے یہ بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ عالم کا بگاڑ عالم کا بگاڑ ہے۔

افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ اکبری دور کے علماء سے ذہنی وفکری رشتہ آل کو چھوڑ کر مال کی طلب رکھنے والے علماء سو آج بھی موجود ہیں اور اسی راستہ کو اختیار کرکے پوری ملت اسلامی کو ضلالت کی نذر کررہے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مال ومنال کی حرص رکھنے والے اور اپنے جسموں کو دستار عباء سے مزین کرکے علم کے تقدس کی آڑ میں ملت اسلامیہ کا سودا کرنے والوں کو پہچان کر ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جس کے وہ مستحق ہیں۔ملت اسلامیہ کی صفوں میں ایسے علماء دنیا پرست کا اعزاز واکرام اور ان کی آراء وفتاویٰ پر اعتماد واعتبار ملت کے لئے سم قاتل ہے،لیکن اس دور قحط الرجال میں بھی اسلاف کی یاد جگانے والے قلندرانہ صفات کے حاملین کی کمی نہیں ہے جنہیں نہ دنیا کا شاہانہ جلال خرید سکا نہ دنیا کی چکا چوند کرنیں زیر کرسکیں، نہ باطل کی یلغار ان کے مقاصد میں سدراہ بنیں اور نہ اعداء اسلام کی شورشیں ان کے پائے استقامت میں تزلزل پیدا کرسکیں وہ بڑھے اور بڑھتے رہے، بلاخوف لومۃ لائم اسلام کی خدمت میں لگے رہے، سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا، حق کی سربلندی کے لئے قلم وزبان افہام وتفہیم کا ہر طریقہ اپنایا، خدائی عزت ونفس، جرأت وبے باکی اور عالی ہمتی کے

ساتھ دین مبین کا پیغام عام کیا، امت پر منڈلاتے خطرات کے تدارک کے لئے جی جان سے کوشش کیں۔

دین کی خدمت کے تین بڑے میدان

اس وقت کی دین کی خدمت کے تین بڑے میدان ہیں حفاظت دین، اشاعت دین، اقامت دین، حفاظت دین کے اندر سینکڑوں کام آجائیں گے جیسے عقائد کی درستگی، صحت الفاظ قرآنی، نئی نسل کی بنیادی ضروی تعلیم، غلط تعلیم سے حفاظت، اس پر کڑی نظر ہو کہ ہمارے بچے جو سرکاری ونیم سرکاری اسکولوں میں پڑھتے ہیں وہ کیا پڑھ رہے ہیں؟ ان کے عقائد کی جانچ، یہ سب حفاظت دین کے تقاضے ہیں اور علماء کی ذمہ داری یہ بھی کہ ملک کے قانون ساز اداروں پر بھی نظر رکھیں کہ وہ کون سا قانوں بنارہے ہیں اور ان سے شریعت کے کن احکام کی خلاف ورزی پر مسلمان مجبور ہوں گے، علماء کی نظر عدالت کے فیصلوں پر بھی ہونی چاہئے کہ عدالت کیا کیا فیصلے نافذ کر رہی ہے؟ ملک کا میڈیا اور عالمی ذرائع ابلاغ اسلام کے خلاف کیا کیا زہر اگل رہا ہے اس پر نظر رکھنے کی ذمہ داری بھی علماء کی ہے اور یہ سب حفاظت دین کے دائرے میں آتا ہے۔ آج معاملہ انگریزی تعلیم کا نہیں ہے اور نہ ہی شرک جلی، اصنام پرستی اور دیو مالائی عقائد (میتھالوجی) کا ہے آج معاملہ برہمنی تہذیب اور ہندو تہذیب کے قبول کرنے کا ہے اصل خطرہ نسل کشی کا نہیں ایمان کُشی کا ہے، ذہنی وتہذیبی ارتداد، اس خطرے کو دیکھنے اور اس کو محسوس کرنے کے لئے کسی بڑی فراست اور دور بینی کی ضرورت نہیں یہ تو نوشتہ دیوار ہے جس کو ہر شخص پڑھ سکتا ہے، آج کا چیلنج اور آج کا خطرہ گزشتہ تمام چیلنجوں اور خطرات سے زیادہ سنگین ہے اس کو قبول کرنے کے لئے کہیں زیادہ ایمان واستقامت اور کہیں زیادہ ایثار وقربانی کی ضرورت ہے۔

علماء کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی

صرف کچھ بچوں کو مدرسے میں لے کر بیٹھ جانے اور مطمئن ہو جانے سے علماء کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی بچوں کو محض کلمہ طیبہ رٹا دینا کافی نہیں بلکہ ان کے دل میں ایمان بسا دینا ضروری ہے، ان کی تعلیم وتربیت اس طرح کی جائے کہ ایمان کو وہ سب سے قیمتی سرمایہ سمجھیں اور کسی حال میں اس سے دست بردار ہونے کا تصور بھی ان کے حاشیہ خیال میں نہ آنے پائے اور کفر وشرک سے انہیں گھن آنے کی حد تک نفرت ہو۔

علماء کی معمولی غفلت

مسلمانوں کو اگر الحاد وارتداد کے سیلاب سے بچانا ہے تو انہیں فقر وافلاس کی دَلدَل سے بھی نکالنا ہوگا، اور ان کی اقتصادی بدحالی کا مداوا کرنا ہوگا علماء امت کو حق تعالیٰ نے علوم نبوت کا حامل وامین بنایا ہے، اور امت کی

اصلاح وارشاد امر بالمعروف ونہی عن المنکراور دعوت الی اللہ کی عظیم ترین ذمہ داریاں ان کے سپرد کی ہے، اور علماء ربانی نے اپنی اپنی ان ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے محض رضائے الٰہی کی خاطر لائق رشک خدمات انجام دی ہیں۔آج حالات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو علماء امت کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ الحاد وزندقہ اور لادینیت کا طوفان برپا ہے۔قوم کے ذہن سے فکر آخرت اور محاسبہ فرد کا احساس مٹ رہا ہے اسلامی فرائض وشعائر کی اہمیت دلوں سے نکل رہی ہے، زرکشی، دنیا طلبی، کھیل تماشے،عیش وعشرت اور نمود نمائش کے مصنوعی مظاہرے زندگی کا محور بن کر رہ گئے ہیں۔

دوسری طرف دنیا کی بڑی طاقتیں اس قوم کے خواب غفلت سے فائدہ اٹھا کر اس پر شب خون مارنا چاہتی ہے، عالمی حالات کچھ ایسے پیدا کئے جارہے ہیں؛ کہ مسلم ممالک کو اور مشروق وسطی کو میدان جنگ کا ایندھن بنایا جائے، ان پُرآشوب حالات میں علماء کی معمولی غفلت وکوتاہی یا غلط فکری وغلط اندیشی نہ صرف ان کے لئے بلکہ پوری قوم کے لئے جس کے وہ مقتداء ہیں تباہ کن ثابت ہوسکتی ہے۔

علماء کا پہلا فرض

کسی دنیوی مفاد اور کسی ستائش کی پرواہ کئے بغیر خدا کے دین کی دعوت دیں، مخلوق کی مدح وستائش، تعریف وتوصیف یا مذمت ونکوہش پر ان کا نظر رکھنا ان کے حق میں زہر قاتل ہے، خدانخواستہ جس دن یہ زہر ان کے جسد علم میں سرایت کرگیا، انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ وہ دن ان کے علم کی موت کا دن ہوگا، ان کا دوسرا فرض ہے کہ وہ مخلوق کے لئے سراپا شفقت ہوں، ان کے سینے میں خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے رأفت وشفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہونا چاہئے وہ ہمیشہ اس تب وتاب میں رہیں کہ خدا تعالی کی بھولی ہوئی مخلوق جو دنیا کی عیش طرازیوں پر فریفتہ ہوکر خدا تعالی کے احکام سے برگشتہ ہورہی ہے، اسے کسی طرح خدا کی طرف دوبارہ بلایا جائے، اُنہیں آنحضرت ﷺ کا ارشاد یاد ہے ’’عن سهل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: المومن مالفة ولا خیر فیمن لا یألف ولا یؤلف ‘‘ ترجمہ: ’’مومن سراپا الفت ہوتا ہے اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو نہ خود کسی سے الفت کرے، نہ اس سے کوئی الفت کرے۔‘‘

معاشرے کے کسی طبقے کا کیسا ہی کوئی گنہ گار سے گنہ گار آدمی بھی ہو ہم اس کو بھی نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں، بلکہ شفقت وہمدردی کے ساتھ اس کی اصلاح کی تدبیر سوچیں اس لئے کہ نفرت بیمار سے نہیں بلکہ بیماری سے ہوتی ہے۔

خود احتسابی

علماء کا ایک بڑا اہم فریضہ خود احتسابی بھی ہے ان کو ایسا بلند کردار ہونا چاہئے کہ کوئی شخص ان پر انگشت نمائی نہ کر سکے، تقویٰ وطہارت اور تعلق مع اللہ کی وہ کیفیت ان میں ہونی چاہئے جو خود انہیں محرمات الٰہیہ سے محفوظ رکھے اور وہ معاشرہ کے لئے بھی ہادی و مصلح بن سکے، تقوٰی و احتیاط نیز معاملات کی صفائی تو ہمارے اکابر کی صفات میں سے نمایا اور ممتاز صفت ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود ہمہ وقت اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتے رہیں اور ان کی اصلاح کے لئے فکر مند رہا کریں، چھوٹی چھوٹی فروعی باتوں پر لڑنا جھگڑنا ان کی بلندی منصب کے شایان شان نہیں۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں

وراثت میں صرف حقوق ہی نہیں آتے بلکہ ذمہ داریاں بھی آتی ہیں باپ اگر قرض چھوڑ کر مرجائے تو ادائیگی وارثین پر لازم ہے ٹھیک اسی طرح جب اللہ نے ہمیں انبیاء کے وارث ہونے کا تاج پہنایا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی ہمیں بخوبی نبھانا چاہئے علماء کی بڑی ذمہ داری مشکل حالات میں امت مسلمہ کی بروقت صحیح رہنمائی ہے یہ علماء کا فریضہ ہے۔ آج کے اس گئے گزرے دور میں اتنی برائیوں اور فتنوں کے باوجود سماج میں جو سب سے زیادہ حیثیت اور عزت ہے تو وہ علماء کی ہے لوگ اُن کو اپنے سر کا تاج مانتے ہیں، ہر دور میں مخلص علماء کی ایک جماعت ایسی رہتی ہے جو بلا کسی ترعیب اور خوف کے جرأت وہمت کا پیغام دیتی رہتی ہے۔ اور ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں۔ ولمثل ھذا فلیعمل العاملون

معارفِ اسلاف

باغِ دین کا معطر گلشن

یعنی

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ملفوظات

اور اصلاح وارشاد میں ان کا مقام

از: مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ*

احسان واخلاص، یقین ومحبت، صلاح قلب اور ایمانی کیفیات سے باطن کی آبادی کا یہ شعبہ دین وشریعت کی روح کا درجہ رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی آبیاری اللہ کی محبت اور یقین سے ہی کی تھی۔ دین کو جو چیز مرغوب ومحبوب بناتی ہے وہ محبت الٰہی کی طاقت ہے۔ یہی چیز معصیت سے طبعی نفرت پیدا کرتی اور دنیا کی محبت کو دل سے نکالتی ہے۔ اس حقیقت سے بھی ہر سمجھ دار واقف ہے کہ یہ صرف یقین کی طاقت ہے جو دنیا کی عظمتوں کو بے حیثیت بنا دیتی ہے اور جسم ودل کے ہر امتحان میں انسان کو سنبھالتی ہے۔ اور اس سے بھی سب آگاہ ہیں کہ انسانی نفس میں مال ومنصب کی چاہ، شہوت اور کبر ونخوت کے جو میلانات ہیں یہی عمل وکردار کو فاسد ومتعفن بنانے اور رحمت الٰہی سے دوری ومہجوری کے اصل سبب ہیں۔

اسی محبت ویقین کے پیدا کرنے اور دل ونگاہ کو انہی رذائل سے پاک کرنے کا نام عرف عام میں تصوف قرار پایا ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کو اس شعبۂ دین کی امامت کا مقام حاصل تھا۔ ان کو اصلاح وتربیت اور تزکیہ وارشاد میں جو رفیع المقام مرتبہ حاصل تھا وہ واقفِ حال اصحابِ نظر ہی جانتے ہیں۔ قصہ مختصر وہ دین کے اس شعبہ کے عظیم مجدد تھے۔ ایک عرصے سے دین کا یہ قیمتی حصہ عامیانہ غلط فہمیوں اور غالیانہ التباسات کے دبیز پردوں میں مستور ہوا جا رہا تھا۔ سمجھ لیا گیا تھا کہ دین کا یہ حصہ ایسا مشکل وپُر مشقت ہے کہ اِس کی پُر خار راہ کی آبلہ پائی بس چند عالی حوصلہ تارک الدنیا قسم کے بزرگوں کے بس کی بات ہے۔ سلوک وطریقت کے علم کو اچھے اچھے اصحاب فہم بھی ایسا غامض ودقیق فن خیال کرنے لگے تھے جو صرف غیر معمولی ذہانت بلکہ القاء والہام ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔

* ناظم المعہد العالی للدراسات الاسلامیہ لکھنؤ

لہٰذا ایک طرف حقیقت یہ تھی کہ اِس شعبۂ دین کی ضروری حد تک تحصیل ہر فرد مسلم پر واجب اور اس کے دین کی سلامتی کے لیے ضروری تھی، اور باغِ دین میں یہ سب سے حسین و دل ربا چمن اور کیف آور و سرور آگیں گلشن تھا، دوسری طرف عملاً یہ سمجھا جاتا تھا کہ تزکیہ و صفاء باطن کا حصول چند اعلیٰ درجے کے خواص اور خشک طبع تارک الدنیا قسم کے لوگوں کے بس کی بات ہے۔ دین کے جس شعبہ کے عارفین واہل تجربہ کا ایک معتد بہ تعداد میں ہر دور اور ہر علاقہ میں وجود ضروری ہے اس کے فہم و عرفان سے ہمتیں عاجز ہو گئی تھیں۔ یہی نہیں طریقت کو شریعت سے جدا بلکہ اس کا حریف ماننے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔

اس کے علاوہ تزکیہ و نور باطن کی گراں بہا دولت میں اصل میں نقل اور علم میں جہل کی آمیزش عام تھی۔ تزکیہ و صفاء باطن کے بجائے ریاضات، انوار و مکاشفات، شعبدوں اور تصرفات کو مقصود خیال کیا جانے لگا تھا۔ حقیقت عموماً خرافات میں مستور تھی۔ اہل اللہ کی پہچان بس ان کے تصرفات و عملیات سے ہونے لگی تھی۔ ان کے حالات و حکایات میں یہ عنصر اتنا غالب کر دیا گیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ والوں کا کام بس شعبدے دکھانا ہے اور ان کے دنیا میں آنے کا مقصد محض قانون قدرت توڑتے رہنا ہے۔ یہاں تک کہ کم سواد سمجھنے لگے کہ ان سے حاصل کرنے کی بس یہی چیز ہے۔

یہ تیرہویں صدی کے آخر اور چودھوی صدی کے آغاز کا دور ہے۔ اگر چہ جا بجا نور قلب کی دولت بانٹنے والوں کی ایک تعداد پائی ضرور جاتی تھی۔ گنگوہ و رائے پور کی خانقاہوں میں تجدیدِ طریقت کا غلغلہ بلند ہو چکا اور محفلِ درد میں شریعت و طریقت کی آمیزش سے اک جامِ سبک روح گردش میں آچکا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس اہم دینی حقیقت پر چھائے خرافات و اوہام اور رسوم کے غبار کو جس بادِ جاں فزا کے جھونکوں نے اچھی طرح چھانٹا وہ انفاسِ اشرف سے ہی پیدا ہوئی تھی۔ بلا کسی تردد کے کہا جا سکتا ہے کہ سلوک و تصوف کی ایسی تنقیح و تفصیل اور ایسی تسہیل و تفہیم اسلامی تاریخ میں کسی کے حصے میں نہیں آئی۔ ائمۂ سلوک کے وہ علوم جو یا تو متفرق کتابوں میں منتشر تھے یا زبانی روایات اور عملی تسلسل سے منتقل ہوتے آئے تھے، وہ مرتب ہو کر سامنے آ گئے۔ طریق کے رسوم اور مقاصد کو الگ کر کر کے بیان کیا گیا۔ ہر جز کا صحیح مقام طے کیا گیا۔ طریق کے مقاصد و وسائل، حقائق و رسوم، مطلوب، غیر مطلوب، نیز محمود لیکن غیر مطلوب احوال والوان جیسی بے شمار ایسی تقسیمات تھیں جن کے واضح نہ ہونے سے اہل طریق سخت التباس و ابتلاء کے شکار تھے، ان سب کو صاف و منقح کر دیا گیا۔ غرض اس شعبۂ دین کی ایسی تجدید رو بہ ظہور ہوئی کہ ہر سلیم الفطرت کے لیے راہ سلوک سہل و روشن ہو گئی اور طریقت ایک پُر کیف راہ اور تصوف ایک شوق انگیز منزل بن گئے۔ مجلس میں کسی کے سوال پر ایک مرتبہ خود ارشاد فرمایا کہ

الحمدللہ فن سلوک وتصوف کی تو ایسی خدمت ہوگئی کہ ان شاء اللہ اب دوسو برس تک ضرورت نہیں پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ جس سے اپنا کام لینا چاہتا ہے اس کے عجیب اسباب بھی پیدا فرما دیتا ہے۔ حضرت کے وقت میں کیسی برکت دی گئی تھی اس کا اندازہ چھوٹی بڑی آٹھ سو سے زائد تصنیفات کی تعداد سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اس شخص کی تصنیفات کی تعداد ہے جو پوری زندگی ذاکر شاغل، شب بیدار اور معمولات کا پابند رہا۔ ایک مدت تک تدریس کرتا ہے۔ پھر طول طویل تبلیغی اسفار بھی کرتا رہتا ہے۔ روزانہ ملنے آنے والوں کی تعداد دسیوں کی بلکہ بسا اوقات چالیس پچاس کی ہے۔ صرف ملاقات نہیں، ان کے ساتھ روزانہ ایک دو مرتبہ اصلاحی مجلس بھی ہوتی ہیں۔ بیسیوں مریدین کے خطوط روزانہ آتے ہیں جن کا ان کے حالات کے مطابق جواب بھی دیتا ہے۔ وہی شخص ایک مکمل دارالافتاء بھی ہے، فقہی اکیڈمی بھی ہے، تحقیقی مجلس بھی ہے۔۔۔۔ اس کی کیا توجیہ کھلی خداوندی توفیق و مدد اور کرامت کے علاوہ کی جاسکتی ہے؟

ولیس علیٰ اللہ بمستغرب

أن یجمع العالَم فی واحد

اسی توفیق و مدد کا ایک مظہر یہ بھی تھا کہ اس دور میں جب آج کے ترقی یافتہ آلات تو دور کی بات، ٹیپ رکارڈر تک نہیں تھا، اس بندۂ خدا کے سیکڑوں عوامی خطابات قید تحریر میں لائے گئے اور شائع ہوئے، اور اسی طرح مجلسی ملفوظات لکھے گئے اور عوامی افادے کے لیے شائع کیے گئے۔ قلب ونظر اور عملی کردار کی اصلاح میں اہل اللہ کے ملفوظات وحالات کی تاثیر بے نظیر ہے۔ سلوک وتربیت کی راہ کے تجربہ کاروں نے گواہی دی ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کا کسی درجہ میں کوئی بدل ہوسکتا ہے تو وہ ان کی سوانح اور ملفوظات سے شغف رکھنا ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ جیسے جامع ملفوظات اس کم علم کی نظر میں اور کوئی نہیں۔ ان میں ہر قسم کی اصلاح کا سامان ہے۔ نفس کی پوشیدہ بیماریوں کی تشخیص، شیطانی شبہات ومکائد کی تعیین، علاج واصلاح کی تدبیر اور قلب کی صفا اور روح کی جلاء تو خیر ان مجالس کا موضوع ہی تھا، لیکن علم وفکر کے بے شمار عقدے بھی یہاں حل ہوجاتے ہیں اور ایسے حل ہوتے ہیں کہ مجھ جیسے طالب علم کو بے شمار مقامات پر دریا کوزہ میں قید ملا۔ اور چند سطروں نے وہ مختصر ودوٹوک بات بتائی جو بلا مبالغہ ضخیم کتابوں سے نکالنا مشکل تھی۔ مختلف تاریخی قسم کے معرکۃ الآراء مسائل میں ایسی متوازن اور معتدل بات ملی کہ طبیعت وجد میں آگئی۔

کوئی حقیقت میں فائدہ اٹھانے والا ہو تو نہ جانے کتنا فائدہ اٹھائے، اس کے قلب وروح کو کیسی غذا ملے اور سلوک کی کتنی منزلیں سہولت سے طے کرلے!! لیکن مجھ جیسا نا اہل بھی (جو مطالعہ کی کافی راہ طے کرکے اور علم

وفکر کے گونا گوں حلقوں میں گھوم کر مجلس اشرف میں پہنچا تھا) اس احساس سے عاری نہیں رہا کہ دینی اصلاح کی یہ دولت بے نظیر و بے بہا ہے۔ اور قلب ونظر کی اصلاح کا ایسا خزانہ یکجا کہیں نہیں ملتا۔ ذوق ودل نے گواہی دی کہ

دین کا صحیح ذوق اور متوازن عملی دین داری کی صحیح پہچان (غالباً) ملفوظاتِ تھانوی کے مطالعے پر موقوف ہے اور یہیں اس کا صحیح سانچہ ملتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو یہاں ہے وہ کہیں اور نہیں، بلکہ یہاں جو ہے وہ ہے سب سلف سے ہی ماخوذ، لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ سب ایسا یکجا کہیں اور نہیں ملتا۔ تفسیر وحدیث وفقہ اور کلام وسوانح وتصوف وغیرہ کی بے شمار کتابوں میں جو منتشر ہے وہ یہاں جمع بھی ہوگیا ہے اور نہ صرف جمع بلکہ توفیق خداوندی سے اس کا نہایت نشاط انگیز عطر بھی کشید ہوگیا ہے۔

اس عاجز کو اتنی بڑی بات کہنے کی ہمت بہت کم بار ہی ہوئی، اور وہ بھی بس چند اہل ذوق کے سامنے۔ کسی نے تعجب کیا اور کسی نے شاید جلد بازی میں کیا فیصلہ سمجھا۔ لیکن کچھ عرصے پہلے اس مضمون کی تصدیق ایک مرد دانا وکامل اور عالم جلیل سے مل گئی۔ مخدومنا شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی (اطال اللہ عمرہ ومدّ فیضہ) نے (دارالعلوم کراچی ۱۴۳۰ھ میں دورۂ حدیث کے طلبہ سے خطاب میں) بڑے وثوق وقوت سے یہ مضمون بیان کیا۔ ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

> میرے نزدیک اس دور میں دین کی صحیح سمجھ پیدا کرنے کے لیے، دین کا صحیح طریقہ سیکھنے کے لیے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تالیفات، ان کے مواعظ وملفوظات سے بڑھ کر کوئی شے مؤثر نہیں۔ کوئی مجھے شخصیت پرستی کا طعنہ دے تو دیا کرے، کوئی مجھے کہے کہ یہ جانب داری سے کام لے رہا ہے تو کہا کرے، لیکن پہلے یہ بات تقلیداً مان لی تھی، اب تحقیقاً کہہ رہا ہوں کہ دین کی سمجھ اور اس پر عمل کا جو مزاج ومذاق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات میں ملے گا، اس دور میں کہیں اور نہیں ملے گا۔

(بحوالہ: دعوت فکر وعمل صفحہ: ۲۶۶، از حضرت مولانا محمد سلیم دھورات مدظلہ، برطانیہ)

مجھے شخصی طور پر حکیم الامت قدس سرہٗ کے مواعظ سے بھی زیادہ ملفوظات سے نفع محسوس ہوتا تھا۔ ایک مقام پر خود حضرت قدس سرہ کا یہ افادہ کسی ملفوظ میں نظر سے گزرا کہ اہل اللہ کے مواعظ کے مقابلہ میں ان کے مجلسی ملفوظات سے زیادہ نفع ہوتا ہے۔ حضرت کی مجلس میں حاضر ہونے والے بعض بڑے اہل علم اور رمز شناس

اہل ذوق کو خیال ہوا کہ یہ قیمتی خزانہ جمع ہونا چاہیے، لہٰذا ان کی بر موقع تحریر کا انتظام کروایا گیا۔ ان ملفوظات کے مختلف مجموعے شائع ہوا کرتے تھے۔ اب یہ قیمتی ارشادات تیس ضخیم جلدوں میں ملفوظات تھانوی کے نام سے آتے ہیں۔ یہ مجلسی گفتگوؤں کا انتخاب ہیں، اور عموما اہل علم و ذوق کے ذریعے جمع کیے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض تو نامور مشائخ اور عظیم علماء تھے۔ پھر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے خود ان پر نظر ڈالی اور حذف و اضافہ فرمایا، اس لیے مکمل مجموعہ ہی قیمتی اور مفید مواد پر مشتمل ہے۔ اس میں یہی مناسب سمجھا گیا ہے کہ ان ارشادات کو کسی قسم کی منطقی یا علمی ترتیب نہ دی جائے۔ بلکہ یونہی ایک مجلسی گفتگو کی طرح گونا گوں رنگ برنگی باتوں کے مجموعہ کے طور پر ہی پیش کیا جائے۔ اسی میں دونوں زیادہ ہیں: بوقلمونی کا حسن و تازگی و شادابی کا جلوہ بھی اور فائدہ و تاثیر بھی۔

راقم سطور کا احساس ہے کہ اس دور میں خاص طور سے طبقۂ علماء اور فارغین مدارس کو اس سے خاص طور پر فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہمارے بگاڑ کی اصلاح کا جو خاص طریق تصوف و تزکیہ کے موروث نظام کی شکل میں ہمارے پاس موجود تھا وہ اب پھر رسمیت، ظاہر داری، محض بیعت و انتساب اور حلقہ آرائی اور ہُو حق تک محدود ہوتا جا رہا ہے۔ مدارس اور دینی حلقوں میں بس ظاہر بچا ہے حقیقت غائب ہے۔ مشک سے خوشبو معدوم ہوتی جارہی ہے۔ یہ مجموعہ اصلاح و تربیت کی اصل راہ کی راہنمائی کرتا ہے۔ ہمارے یہاں اخلاص و اخلاق میں جو تنزل و فساد سیلاب کی طرح آتا جارہا ہے اس کا کوئی علاج سوائے اصلاح نفس اور رذائل کے ازالہ کی کوشش کے نہیں۔ اس فساد نے ہمارے وجود کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر دیا ہے۔ کسی عقل و ہوش رکھنے والے کو اس سے اختلاف نہیں کہ نیتوں اور اخلاق کی اس خرابی سے ہمارا دین تباہ ہورہا ہے اور علم و عمل اور دعوت و تنظیم کی تمام کوششیں بھی انتشار و تخریب کی نذر ہو رہی ہیں۔

پھر کیا ہم اس طرف متوجہ ہوں گے؟؟؟

افاداتِ اکابر

احسن المجالس

نوی پیٹ، نظام آباد

مدرسہ احسن المدارس نظام آباد میں منعقدہ حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ کی ماہانہ اصلاحی مجلس کے چند اقتباسات جنہیں مولانا محمد عبد القیوم شاکر قاسمی مدرس مدرسہ مظہر العلوم نے قلمبند کر کے ماہنامہ اشرف الجرائد کے لئے روانہ کیا ہے۔ از: مرتب غفرلہٗ

خطبۂ افتتاحیہ کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ”تم مجھ سے مانگو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت اور دعا مانگنے سے اعراض کریں گے اور اِترائیں گے تو ان کو ذلیل کر کے اَوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا“ اس آیت میں بندوں کو دعا مانگنے کا حکم دیا گیا، یہی نہیں بلکہ ان کی دعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا نیز نہ مانگنے والوں کو تنبیہ کی گئی کہ ان سے پروردگار عالم ناراضگی اور خفگی کا اظہار کررہے ہیں۔ دنیا والے مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں اور اللہ پاک مانگنے سے خوش اور نہ مانگنے سے ناراض اور غصہ ہوتے ہیں یہ اللہ کی شان ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دے کر خوش ہوتے ہیں، اسی لئے فرمایا گیا: من لم یسئل اللہ یغضب علیہ جو نہیں مانگتا ہے اس پر وہ غصہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کُل جہاں کے مالک ہیں ان کے خزانوں میں کمی نہیں ہے، وہ پوری دنیا کے انسانوں کو اگر بہ یک وقت تمام کی تمام چیزیں دے دے تب بھی ان کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں ہوگی، اس لئے دنیا مانگنے والوں کو ان کی اپنی ضرورت و مصلحت کے اعتبار سے وہ لازماً دیں گے، دیر سویر ہی سہی مگر دیں گے۔

دنیا میں تو بندے بندوں سے مال و دولت مانگا کرتے ہیں، اپنی ضروریات زندگی مانگا کرتے ہیں، ایک بندہ دوسرے بندہ کو کیا دے سکتا ہے جب کہ مانگنے والا اور دینے والا دونوں عاجز ہیں اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت کاملہ حاصل ہے تو اس سے مانگو جو قادر ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کیا مانگے؟ بندہ اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگے، بیماریوں سے شفاء اور حالات سے نکلنے کا راستہ مانگے، عزت اور مغفرت مانگے، اور

آج ہمیں سب سے زیادہ ضرورت امن وامان کی ہے، چین وسکون کی ہے،ہم یہ اللہ سے مانگا کریں۔

فرمایا: ہمیں مومن کامل بننے کی فکر کرنا اور اطاعتِ الٰہی وفرمانبرداری اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے اگر ہمی میں اطاعت پیدا ہوجائے تو دنیا کی کسی طاقت سے ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں سے خوفِ خدا نکل گیا اسی لئے دنیا بھر کے لوگوں کا اور حکومتوں وحکمرانوں کا ڈر ہمارے دلوں میں بیٹھ گیا ہے۔

یادرکھو! جس کے پیٹ میں کوئی حرام کا لقمہ جائے گا اس کے دل سے جرأت وہمت اور نڈر پن نکل جائے گا، حرام غذا سے پلنے والا بدن اور دل کمزور ہوتا ہے اسے دنیا کی ہر چیز سے ڈر لگتا ہے سوائے خدا تعالیٰ کے۔ آج امت کا اکثر وبیشتر طبقہ اپنی کمائی اور آمدنی میں اکل حلال کا اہتمام نہیں کرتا ہے، جس کی وجہ سے دعائیں بھی قبول نہیں ہورہی ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ حرام لذتوں سے بچیں اور رزقِ حلال کو تلاش کرلیں۔ اس لئے کہ موجودہ حالات میں انہی لوگوں کے دل مضبوط رہیں گے جن کے پاس اکل حلال کا اہتمام ہے، پاکبازی کی زندگی وہ گذار رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جنگوں اور مقابلوں میں صرف ایک ایک کھجور یا اس کی گٹھلی چوس کر ہی لڑتے تھے ان کے پاس یہ طاقت ان کی اسی پاکیزہ اور حلال روزی کی وجہ سے آتی تھی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جب حضور سے ملنے مکہ آئے تو کوئی ان کو جانتا نہیں تھا تو پورے تیس دن صرف زمزم کا پانی پی کر زندہ رہے اور خود کو پہلے سے زیادہ صحت مند محسوس کرنے لگے، یہ قوت وطاقت ان کو اسی پاکیزہ پانی سے میسر آئی ہے۔ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ حالات زمانہ سے نہ گھبرائیں بلکہ تعلق مع اللہ پیدا کریں، توبہ واستغفار سے، دعاؤں سے، نمازوں کے اہتمام سے اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے اپنے اندر طاعات پیدا کریں۔

فرمایا: دنیا سے بے رغبتی بھی ضروری ہے، بے ایمانوں کو جو کچھ مل رہا ہے اس کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں بلکہ آخرت اور اس کی نعمتوں کو دیکھیں، کافروں کو جو مال ودولت میسر ہے اور جس ناز کے ساتھ وہ لوگ دنیا میں اِتراتے پھرتے ہیں ان کو نہ دیکھو۔۔لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ یہ تو ایک معمولی سی چیز ہے جو ختم ہونے والی بھی ہے اور خیر والی بھی نہیں ہے، متاع قلیل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضور علیہ السلام کے لئے ایک دوکان سے قیمتی اور خوبصورت جوڑا لاکر بتایا اور مشورہ دیا کہ آپ یہ خرید لیں تاکہ جمعہ کے موقع پر زیب تن کیا جاسکے اور وفود کے استقبال کے لئے اس کو استعمال کیا جاسکے تو اللہ کے نبی ﷺ نے منع کردیا اور فرما کہ لا حظ لہ فی الاخرۃ دنیا کی زیب وزینت میں لگ کر آخرت کے نعمتوں کو فراموش کردینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے'' معلوم ہوا کہ ہمیں ہر حال میں آخرت کی نعمتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ذکرِ اسلاف

حضرت شیخ الہندؒ

(م:۱۸؍ربیع الاول ۱۳۳۹ھ = ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

محترم جناب ابن غوری صاحب۔حیدرآباد

مولوی ذوالفقار اللہ صاحب ناظر تعلیمات کے ہونہار فرزند، دارالعلوم دیوبند کے پہلے جھتے کے طالب علم (۱۸۶۶ء)، مولانا قاسم نانوتوی کے مایہ ناز شاگرد، علمِ حدیث کے جید مدرس، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ممتاز مرید، مولانا رشید احمد گنگوہی مہتمم دارالعلوم کے لائق جانشین (۱۹۰۵ء)، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہ کے محبوب استاذ، علماء مجاہدین آزادی کے حکیم سرپرست، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، علی برادران، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، گاندھی جی کے ممدوح، ریشمی رومال تحریک کے عجیب مخترع، مالٹا میں انگریزوں کے اسیر (۱۹۱۶ء)، قرآن مجید کے مقبول مترجم ومفسر، جمعیۃ علماء کے قیام میں شریک، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے مفتح (۱۹۲۰ء)، ...... یہ تھے مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ!

۞ ۱۹۰۹ء میں آپ نے خفیہ طور پر جمعیۃ الانصار نامی تنظیم بنائی۔مولانا عبید اللہ سندھی اس کے ذمہ دار مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ نے جلسہ دستار بندی منعقد کیا جس کے پس پردہ ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے علماء کی انگریزی حکومت کے خلاف ذہن سازی کی گئی۔

۞ اسی زمانے میں اٹلی اور ترکی کے درمیان جنگ طرابلس و بلقان برپا ہوئی۔برطانیہ نے ترکی کے حریف کا ساتھ دیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا۔مولانا نے کچھ روز کے لیے دارالعلوم کو بند کردیا اور اپنے شاگردوں کے ساتھ دورے شروع کیے۔مسلمانوں کو خلیفۃ المسلمین (ترکی) کی مدد پر آمادہ کیا۔ انجمن ہلال احمر قائم کرکے کثیر رقم روانہ کی۔

۞ ۱۹۱۳ء میں دلّی میں ''نظارۃ المعارف'' نامی ادارے کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد مغرب زدہ مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروانا تھا۔ حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، وقار الملک وغیرہ نے اس کی سرپرستی کی۔ مولانا آزاد اور حسرت موہانی نے بھی تعاون کیا۔

۞ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی۔ انگریزی حکومت کے خلاف صف آرائی کے لیے آپ نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ حکومت افغانستان کی حمایت کے حصول کے لیے آپ نے عبید اللہ سندھی کو کابل روانہ کیا۔ انھوں نے جلا وطنی میں ایک عبوری حکومت قائم کی جس کے صدر راجہ مہندر سنگھ پرتاپ اور وزیر اعظم مولانا برکت اللہ بھوپالی مقرر ہوئے اور یہ خود وزیر داخلہ رہے۔ افغانستان میں انڈین نیشنل کانگریس کی شاخ بھی قائم کی۔

۞ ۱۹۱۵ء میں آپ اپنے رفقا اور تلامذہ کے ساتھ سفر حج پر روانہ ہوئے۔ گورنر حجاز غالب پاشا سے ملاقات کر کے اس کے تعاون کا تیقن حاصل کیا۔ ریشمی رومال کی شکل میں ہندوستانی مسلمانوں اور ترکی کے انور پاشا کو خطوط روانہ کیے لیکن بد قسمتی سے یہ راز فاش ہو گیا اور انگریز حاکم نے آپ کو اپنے رفقا مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عزیز گل وغیرہ سمیت مکہ مکرمہ میں گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا (یہ گویا دوسرا انڈمان تھا) جہاں دو ہزار سیاسی قیدی پہلے سے موجود تھے۔ ناموافق آب و ہوا اور قید و بند کی اذیت رسانی سے آپ کی صحت متاثر ہو گئی۔ عمر کے تقریبا (۶۷) سال گزر چکے تھے اب زیادہ وقت عبادت میں اور حاضرین کو درس قرآن دینے میں گزرتا رہا۔ اسی زمانے میں آپ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ اور تحشیہ بھی کیا۔

۞ سوا تین سال کی قید کے بعد ۱۹۲۰ء میں آپ کو رہا کیا گیا اور آپ بمبئی پہنچے۔ اس عروس البلاد میں عوام وخواص نے آپ کا فقید المثال خیر مقدم کیا اور ''شیخ الہند'' کا لقب دیا گیا۔ استقبالیہ میں گاندھی جی بھی موجود تھے۔ اسی وقت پانچ سو علماء نے مکمل آزادی کے محضر پر دستخط کیے اور ترک موالات کی تائید فرمائی۔ اسی موقع پر جمعیۃ علماء بھی قائم کی گئی۔ آپ نے علالت کے باوجود دورے کر کے ترک موالات کے لیے لوگوں کو تیار کیا۔

۞ علی برداران (مولانا محمد علی و شوکت علی) کی ترغیب پر علی گڈھ کے جن طلبہ نے جہادِ آزادی کی غرض سے کالج ترک کر دیا تھا ان کے لیے علی گڈھ ہی کی جامع مسجد میں قائم کردہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا اکتوبر ۱۹۲۰ء میں افتتاح فرمایا۔

۞ ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو یہ بے حد تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا۔

فکرِ عقبیٰ

کیا ایک صور پوری کائنات کو ختم کردے گا؟

از: مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

وہ واقعہ جو دِل دہلا کرر کھ دے گا۔ کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ؟ اور تمہیں کیا معلوم وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے۔ جس دن سارے لوگ پھیلے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے۔ اور پہاڑ دھنکے ہوئے رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے۔ جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے (یعنی جس نے دنیا میں اچھے اعمال کیے ہوں گے) تو وہ من پسند زندگی میں ہوگا (یعنی جنت میں ہوگا)۔ اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے (یعنی جس نے دنیا میں اپنی خواہش کی اتباع کی ہوگی) تو اس کا ٹھکانا ایک گہرا گڑھا ہوگا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے؟ وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے (جس میں اللہ کے نافرمانوں اور گناہگاروں کو ڈالا جائے گا)۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ایک روز حضرت اسرافیل علیہ السلام کی صور سے پوری کائنات میں ایسا زلزلہ آئے گا کہ دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوجائیں گے۔ چیخ وپکار اور زلزلہ کی شدت بڑھتی جائے گی، جس سے تمام انسان اور جانور مرنا شروع ہوجائیں گے یہاں تک کہ کائنات میں کوئی بھی زندہ باقی نہ بچے گا، جیسا کہ سورۃ الرحمن (۲۶۔۲۷) میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس زمین میں جو کوئی ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔ اور صرف تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل وکرم والی ذات باقی رہ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس دن کا بار بار ذکر فرمایا ہے، صرف یوم القیامۃ کا لفظ ۷۰ جگہوں پر وارد ہوا ہے۔ دیگر مذہبی کتابوں میں بھی اس دن کا تذکرہ ملتا ہے، حتیٰ کہ عیسائی اور یہودی بھی اِس دن کو برحق مانتے ہیں۔ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دنیا کے اِس عظیم نظام کا آخر کوئی اہم مقصد ضرور ہونا چاہئے اور اِس عجیب وغریب نظام کو چلانے والی ایک بہت بڑی ذات ہونی چاہئے جس کی طاقت کا ہم اندازہ نہیں لگاسکتے، اور اس دنیا میں کیے گئے اچھے اور برے اعمال کی جزا یا سزا بھی ملنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف انداز سے اس دن کی ہولناکی کو ذکر کیا ہے۔ چند آیات کا ترجمہ پیش

ہے: ’’جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے۔ اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا۔۔ اور جب سمندروں میں طغیانی آجائے گی۔۔۔ اور جب آسمان کا چھلکا اتار دیا جائے گا۔ اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ اور جب جنت قریب کر دی جائے گی، تو اُس وقت ہر شخص کو اپنا سارا کیا دھرا معلوم ہوجائے گا۔‘‘ (سورۃ التکویر)

’’جب آسمان چر جائے گا۔ اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔ اور جب سمندروں کو اُبال دیا جائے گا۔ اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی، اُس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا یعنی کیا اعمال کیے۔‘‘ (سورۃ الانفطار)

’’جب آسمان پھٹ جائے گا۔ جب زمین کو کھینچ دیا جائے گا (یعنی زمین کو ربر کی طرح کھینچ کر موجودہ سائز سے بہت بڑا کر دیا جائے گا تا کہ اس میں دنیا کے وجود سے لے کر قیامت تک کے سارے لوگ سما سکیں۔) اور اُس کے اندر جو کچھ ہے، وہ اُسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہوجائے گی۔ اے انسان! تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مسلسل کسی محنت (اللہ کی اطاعت) میں لگا رہے گا، یہاں تک کہ اُس سے جا ملے گا۔‘‘ (سورۃ الانشقاق)

’’اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تمہیں ضرور بالضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ بات کا سچا ہو؟‘‘ (سورۃ النساء)

’’یقین جانو فیصلہ کا دن ایک متعین وقت ہے۔ جس دن جب صور پھونکا جائے گا تو تم سب فوج در فوج چلے آؤ گے۔ اور جب آسمان کھول دیا جائے گا تو اُس کے دروازے ہی دروازے بن جائیں گے۔ اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا تو وہ ریت کے سراب کی شکل اختیار کر لیں گے۔ یقین جانو جہنم گھات لگائے بیٹھی ہے۔ وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے۔ جس میں وہ مدتوں اس طرح تکلیفوں میں رہیں گے کہ وہ اُس میں نہ ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کے قابل کوئی چیز اُن کو دی جائے گی، سوائے گرم پانی اور پیپ ولہو کے۔ یہ اُن کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ وہ اپنے اعمال کے حساب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بڑھ چڑھ کر جھٹلایا تھا۔ اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ اب مزہ چکھو! اس لیے کہ ہم تمہارے لیے سزا کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کریں گے۔‘‘ (سورۃ النبا)

’’ہم اُنہیں قیامت کے دن منہ کے بل اس طرح اکٹھا کریں گے کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب کبھی اُس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی، ہم اسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ یہ اُن کی سزا ہے کیونکہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا، اور یہ کہا تھا کہ کیا جب ہم مر کر ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گے، اور چورا چورا ہوجائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں نئے سرے سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟ بھلا کیا

اُنہیں اتنی سی بات نہ سوجھی کہ وہ اللہ جس نے سارے انسانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی پھر سے پیدا کر دے؟ اور اُس نے اُن کے لیے ایک ایسی میعاد مقرر کر رکھی ہے جس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔'' (سورۃ الاسراء)

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ذکر فرمایا ہے۔ لیکن قیامت کب آئی آئے گی؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اِس کا علم نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا۔ اِس وقت صرف ایک آیت پیش ہے۔ ''یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی؟ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔ وہی اُسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا، کوئی اور نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری چیز ہے۔ جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی۔'' (سورۃ الاعراف)

قیامت کے وقوع ہونے کی تاریخ ایسا راز ہے جو خالق کائنات نے کسی فرشتے یا نبی کو بھی نہیں بتایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو اُن کو بھی یہی جواب ملا کہ جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ (مسلم) حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملا کر ارشاد فرمایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، بس سمجھیں کہ میں بھی قیامت کے ساتھ اس طرح بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم) یعنی حضور اکرم ﷺ و قیامت کے درمیان کا وقت دنیا کے وجود سے لے کر حضور اکرم ﷺ کی بعثت تک گزرے ہوئے زمانہ کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسرافیلؑ اپنی پیدائش کے وقت سے لے کر اب تک صور اپنے منہ پر رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ہیں جیسے ہی حکم ہوگا ویسے ہی وہ صور پھونک دیں گے۔ (مسند احمد) نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ سارے دنوں کا سردار ہے اور جمعہ کے روز ہی قیامت قائم ہوگی۔ (ابن ماجہ) صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلے صور کے بعد اُس وقت میں موجود ساری مخلوق مرجائے گی، اور دوسرے صور کے بعد زندہ ہوجائے گی۔ (سورۃ الزمر ۶۸، ومسلم) دونوں صور پھونکنے کی درمیانی مدت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (مسلم) صور کی شکل کسی جانور کے سینگ کی طرح ہوگی جس میں پھونک ماری جائے گی۔ (ترمذی) صور کی آواز اس قدر شدید ہوگی کہ جیسے جیسے لوگ اس کی آواز سنتے جائیں گے مرتے جائیں گے۔ (مسلم) دوسرے صور کے بعد لوگ قبروں سے اٹھ کر گروہ در گروہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہونا شروع ہوجائیں گے۔ (سورۃ النبا) لوگ اپنی قبروں سے اس تیزی سے اٹھیں گے جس تیزی سے ٹڈیاں فضا میں بکھرتی ہیں۔ (سورۃ القمر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں،

ننگے بدن اور ختنہ کے بغیر اکٹھا کیسے جائیں گے۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا سب مرد و عورتیں ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! وہ دن اتنا سخت ہوگا کہ کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا ہوش بھی نہ ہوگا۔ (مسلم)

دنیا کے وجود سے لے کر قیامت تک سارے انسان میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ (سورۃ الکھف ۴۷) لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ یعنی میدان حشر سرزمین شام میں ہوگا۔ (مسند احمد) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سورج مخلوق سے صرف میل بھر فاصلہ پر آ جائے گا اور لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کوئی ٹخنوں تک، تو کوئی گھٹنوں تک پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ لیکن نیک لوگوں کے لیے حشر کا پچاس ہزار سال کا طویل عرصہ ایک گھڑی کے برابر محسوس ہوگا۔ (طبرانی، صحیح بن حبان) حشر کی گرمی، پسینہ اور طویل مدت سے تنگ آ کر اللہ کے نافرمان لوگ دعا کریں گے کہ یا اللہ! ہمیں حشر سے نجات دے خواہ انہیں جہنم میں ہی ڈال دیا جائے۔ حوض کوثر قیامت کے میدان میں ہوگا۔ حوض کوثر پر نبی اکرم ﷺ کی امت جنت میں داخل ہونے سے قبل پانی پئے گی۔ نبی اکرم ﷺ اس حوض کے وسط میں تشریف فرما ہوں گے۔ حوض کوثر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کی تہ کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ جو اس کا پانی پی لے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔

قیامت کے دن گرمی اپنے شباب پر ہوگی اور ہر آدمی کو بمشکل دو قدم رکھنے کے لیے جگہ ملے گی۔ مگر اس سخت پریشانی کے وقت بھی سات قسم کے آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے (رحمت کے) سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا، اور اس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک انصاف پسند بادشاہ۔ دوسرا وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں لگائی۔ تیسرا اللہ کا وہ نیک بندہ جس کا دل مسجد سے اٹکا ہوا ہو یعنی وقت پر نماز ادا کرتا ہو۔ چوتھا وہ شخص جو اللہ کے لیے محبت کرتا ہو اور اللہ کے لیے ہی دشمنی کرتا ہو۔ پانچواں شخص وہ ہے جسے خوبصورت اور اچھے خاندان کی لڑکی بدکاری کی دعوت دے تو وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹا شخص وہ ہے جو چپکے سے لوگوں کی مالی مدد کرے، اور ساتواں خوش نصیب شخص وہ ہے جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا ہو اور اللہ کے خوف سے اس کے آنسو بہہ گئے ہوں۔ (بخاری)

احادیث میں مذکور ہے کہ میدان حشر میں طویل مدت تک بھوکے پیاسے، شدید گرمی اور بدبودار پسینے میں شرابور لوگ تنگ آ کر انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حساب کتاب شروع کرنے کی سفارش کریں۔ تمام انبیاء کرام سفارش کرنے سے انکار فرما دیں گے۔ آخر میں سید الانبیاء وافضل البشر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے، چنانچہ آپ ﷺ حساب کتاب شروع کرنے کی اللہ تعالیٰ سے

سفارش فرمائیں گے۔اسی کو شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی۔انسان کے ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء خود انسان کے اعمال کو بیان کریں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مرتبہ قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔کمپیوٹر کے زمانہ میں اس کو سمجھنا بہت آسان ہے۔آج انسان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو محفوظ کیا جاسکتا ہے،تو خالق کائنات سارے انسانوں کی زندگی کے احوال کو کیوں محفوظ نہیں کرسکتا؟ چنانچہ پوری زندگی کے حساب وکتاب کے ساتھ ہر شخص سے پانچ خصوصی سوال کیے جائیں گے۔زندگی کہاں گزاری؟ جوانی کہاں لگائی؟ مال کہاں سے کمایا؟ یعنی حصولِ مال کے اسباب حلال تھے یا حرام۔مال کہاں خرچ کیا؟ یعنی مال سے متعلق اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔علم پر کتنا عمل کیا؟ (ترمذی) اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے بعض بندوں کو بغیر حساب کتاب کے بھی جنت میں داخل فرمائیں گے۔

جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا،سو وہ نہایت حسرت سے کہے گا، کاش! مجھ کو میرا نامۂ اعمال ملتا ہی نہیں،اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے۔کاش! میری پہلی موت جو دنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوتی اور دوبارہ زندہ نہ ہوتا جس پر یہ حساب وکتاب مرتب ہوا۔افسوس! میرا مال میرے کچھ کام نہیں آیا۔میرا سارا اقتدار (جاہ ومرتبہ) ختم ہوگیا۔ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس شخص کو پکڑو، اور اس کے گلے میں طوق پہنادو، پھر دوزخ میں اس کو داخل کردو، پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔یہ شخص اللہ تعالیٰ پر جس طرح ایمان لانا ضروری تھا، ایمان نہیں رکھتا تھا۔اور خود تو کسی کو کیا دیتا، دوسروں کو بھی غریب آدمی کو کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ اس کو کھانے پینے کی کوئی چیز نصیب ہے،بجز اس گندے پانی کے جس میں اہل جہنم کی پیپ اور پس پڑی ہوگی،جس کو گناہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا پیتا ہوگا۔(سورۃ الحاقہ)

ہر شخص کو جہنم کے اوپر پل صراط سے گزرنا ہوگا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔بعض مؤمن پلک جھپکنے کے بقدر اس سے گزر جائیں گے۔بعض بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔بعض پرندے کی تیزی سے،بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی رفتار سے گزریں گے۔بعض خیر وعافیت کے ساتھ پل پار کریں گے،بعض زخمی کیے جائیں گے لیکن پل صراط پار کرلیں گے۔جبکہ بہت سے لوگ ٹھوکریں کھا کر جہنم میں گرجائیں گے۔بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پر ایمان والے لوگوں کو آہستہ آہستہ جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بغیر حساب کتاب کے جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔آمین۔

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مولانا مفتی ندیم الدین قاسمی*

کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا

سوال: کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا کیسا ہے؟

جواب: جائز تو ہے لیکن چونکہ صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں ہے اس لئے نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔

(فتاویٰ عثمانی ۱/ ۱۰۵)

قرأت حفص کے علاوہ دوسری قراءت میں تلاوت کرنا

سوال: نماز میں قراءت حفص کے علاوہ کسی دوسری قراءت میں تلاوت کرنا کیسا ہے؟

جواب: نمازوں، اور عوامی محفلوں میں قرأت حفص کے علاوہ کسی دوسری قراءت میں قرآن پڑھنے کو فقہاء نے منع کیا ہے، تاکہ عوام تشویش میں نہ پڑے۔ (فتاوی عثمانی ۱/ ۱۹۱)

نماز کے بعد مصافحہ کرنا

سوال: نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کا جو رواج عام ہے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ طریقہ بدعت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، آپ کے بعد خلفائے راشدین سے، آئمہ دین اور اسلاف امت سے کہیں اس کا ثبوت نہیں۔ (امداد المفتیین ۲/ ۱۸۷)

شادی سے پہلے منگنی ہو جانے کے بعد عیدی بھیجنا

سوال: آج کل لڑکے اور لڑکی کی منگنی ہونے کے بعد جانبین سے ایک دوسرے کے گھر عید کے موقع پر عیدی بھیجی جاتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: بطور عیدی کے بھیجنے میں کوئی ممانعت نہیں، لیکن چونکہ آج کل یہ رسم بن گئی ہے اس لئے ممنوع ہے

(مستفاد از؛ فتاوی رحیمیہ قدیم، ۱۰/ ۲۲۶)

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

بغیر علم کے فتویٰ دینا

سوال: اگر کوئی شخص جو عالم نہیں ہے کسی شرعی مسئلہ میں جواز یا عدم جواز کا فتوی دے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: بغیر علم کے فتوی دینا حرام ہے، اور جو شخص اس کے غلط فتوے پر عمل کرے گا اس کا گناہ بھی اس کے ہی سر رہے گا، اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ اپنے فتوے کے غلط ہونے کا اعلان کردے اور اللہ سے توبہ کرے۔ (امداد المفتیین ۲ / ۱۹۷)

خانہ کعبہ اور گنبد خضراء کی تصویروں کو چومنا

سوال: خانہ کعبہ، روضہ اقدس اور دیگر مقامات مقدسہ کی تصویروں کو چومنا کیسا ہے؟

جواب: کعبہ شریف، روضہ اقدس اور دیگر مقامات مقدسہ کی تصاویر کو چومنا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور چومنے میں تصویر پرستی کی صورت بھی ہے اس لئے نہ چوما جائے، اگر کوئی غایت محبت وشوق میں چوم لے تو اس پر عتاب وملامت نہ کی جائے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ۱۰ / ۵۵)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

سوال: اگر کوئی اپنے آپ کو قتل کرلے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن وہ اس سے اسلام سے نہیں نکلتا، اس لئے ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، البتہ بہتر یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ بہت بڑا عالم یا مفتی نہ پڑھائے بلکہ کسی دوسرے شخص کو پڑھانے کا حکم دے دے تا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہوجائے، اور لوگ اس سے نصیحت حاصل کرلیں۔

(فتاویٰ مفتی محمود، ۱۰ / ۲۰۱)

نماز میں تصویر یا ہاتھ پر لوہے کی گھڑی وغیرہ کا ہونا

سوال: اگر کسی کی جیب میں انسان کی فوٹو ہو خواہ کسی صورت میں ہو مثلاً پانچ دس کے نوٹ پر ہو یا ہاتھ پر لوہے کی گھڑی ہو تو اس سے نماز مکروہ تو نہیں ہوگی؟

جواب: نماز اس صورت میں بلا کراہت جائز ہے، اور لوہے کی گھڑی پہن کر نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد از: فتاویٰ مفتی محمود، ۱۰ / ۳۰۱)

رکوع پانے کے لئے کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر رکوع میں چلا جانا

سوال: ایک شخص نماز میں اس وقت شریک ہوا جب امام حالتِ رکوع میں تھا، آنے والے شخص نے رکوع پانے کے لئے کانوں تک ہاتھ اُٹھائے اور باندھے بغیر رکوع کر لیا تو کیا ایسی صورت میں شریک ہونے والے کی نماز درست ہو جائے گی؟

جواب: اگر آنے والے شخص نے قیام کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہی ہے تو ایسی صورت میں بغیر ہاتھوں کو اُٹھائے اور بغیر باندھے رکوع میں جانے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اس لئے کہ ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھانا صرف مسنون ہے فرض نہیں اور سنت کو چھوڑ دینے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۷/ ۱۳۹)

نکاح ثانی کو معیوب سمجھنا

سوال: اگر کوئی نکاح ثانی کو معیوب سمجھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاحِ ثانی کو معیوب سمجھنا سخت گناہ اور جہالت ہے۔ (امداد المفتیین ۲ / ۱۱۹)

غلطی سے کلمہ کفر کا زبان سے نکل جانا

سوال: غلطی سے اگر کلمہ کفر زبان سے نکل جائے تو کیا ایسا شخص کافر ہو جائے گا؟

جواب: سبقت لسانی اور غلطی سے کلمہ کفر زبان سے نکل جائے تو اس سے کہنے والا گنہ گار بھی نہیں ہوگا کافر ہونا تو بہت بعید ہے۔ (امداد المفتیین ۲ / ۱۲۵)

کھانے پر فاتحہ دینے کا حکم

سوال: جو کھانا فقیروں کے واسطے پکایا ہو اس پر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: کھانے پر فاتحہ پڑھنا بالکل بے اصل ہے لیکن ایسا کیا جائے تو یہ کھانا حرام نہیں ہوتا اس کا کھانا جائز ہے۔ (امداد المفتیین ۲ / ۱۵۰)

رنگ ٹون میں اذان یا آیاتِ قرآنی رکھنا

سوال: موبائیل میں گھنٹی کی جگہ اذان یا قرآنی آیات وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: موبائیل میں رنگ ٹون کی جگہ آیات قرآنیہ یا کلمات اذان وغیرہ رکھنا جائز نہیں، اس لئے کہ اس سے آیات قرآنیہ اور کلمات اذان کی تحقیر و تذلیل لازم آتی ہے۔ (المسائل المہمہ ،۱/ ۱۷۴)